جلد (۱) ۷ ماہ ظہور ۱۳۳۱ ہش۔ ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ مطابق ۷ اگست ۱۹۵۲ء نمبر (۲۱)

جنسِ وفا کا پیمانہ

از سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

دشمن کو ظلم کی برچھی سے تم سینہ و دل برمانے دو — یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو

یہ عشق و وفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے — اس راہ میں جاں کی کیا پروا ہے جاتی ہے تو جانے دو

تم دیکھو گے کہ انہی میں سے قطراتِ محبت ٹپکیں گے — بادل آفات و مصائب کے چھاتے ہیں اگر تو چھانے دو

صادق ہے اگر تو صدق دکھا قربانی کر ہر خواہش کی — ہیں جنسِ وفا کے ماپنے کے دنیا میں یہی پیمانے دو

جب سونا آگ میں پڑتا ہے تو کُندن بن کے نکلتا ہے — پھر گالیوں سے کیوں ڈرتے ہو دل جلتے ہیں جل جانے دو

عاقل کا یہاں پر کام نہیں وہ لاکھوں بھی بے فائدہ ہیں — مقصود مرا پورا ہو اگر مل جائیں مجھے دیوانے دو

وہ اپنا سر ہی پھوڑے گا وہ اپنا خون ہی پیئے گا — دشمن سرِ حق کے پہاڑ سے گر ٹکراتا ہے ٹکرانے دو

یہ زخم تمہارے سینوں کے بن جائیں گے رشکِ چمن اس دن — ہے قادرِ مطلق یار مرا۔ تم میرے یار کو آنے دو

جو سچے مومن بن جاتے ہیں موت بھی اُن سے ڈرتی ہے — تم سچے مومن بن جاؤ اور خوف کو پاس نہ آنے دو

یا عشق محمدؐ عربی ہے یا احمدؑ ہندی کی ہے وفا — باقی تو پرانے قصے ہیں زندہ ہیں یہی افسانے دو

وہ تم کو حسینؓ بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں — یہ کیا ہی سستا سودا ہے دشمن کو تیر چلانے دو

مے خانہ وہی ساقی بھی وہی پھر اس میں کہاں غیرت کا محل — ہے دشمن خود دیکھے گا جس کو آتے ہیں نظر خمخانے دو

محمودؔ اگر منزل ہے کٹھن تو راہ نما بھی کامل ہے
تم اس پہ توکل کرکے چلو۔ آفات کا خیال ہی جانے دو

ربوہ کے لیل و نہار

از چوہدری ظہور احمد صاحب معاون ناظر بیت المال ربوہ

جماعت احمدیہ کے مرکز پاکستان ربوہ کے متعلق راقم الحروف نے ایک نوٹ لکھا تھا جو اخبار بدر کی دو اشاعتوں میں درج ہو چکا ہے۔ اس میں ربوہ کی ابتدائی تاریخ۔ افتتاح کے مختصر حالات اور موجودہ کیفیت بیان کی گئی تھی۔ آج کے مختصر نوٹ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اہالیان ربوہ اپنے دن رات کس طرح گذارتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین کی خلافت ہاؤس میں تشریف آوری

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اس وقت تک کچے عارضی مکانات میں مقیم تھے۔ اب خلافت ہاؤس کی تعمیر پر حضور مع اہلبیت تشریف لے گئے ہیں۔ ۳۰ر جون ۱۹۵۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے تمام کارکنان اور اہالیان ربوہ حضور کے عارضی کوارٹروں کے پاس جمع ہوئے۔ تاکہ حضور جب خلافت ہاؤس میں مستقل قیام کی غرض سے روانہ ہونے لگیں تو وہ بھی حضور کے ساتھ دعا میں شریک ہو سکیں۔ حضور باہر تشریف لائے۔ اور موٹر میں سوار ہونے سے قبل تمام احباب سمیت دعا فرمائی اس موقعہ پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب۔ مرزا عزیز احمد صاحب ناظر اعلیٰ جناب مولوی محمد الدین صاحب ناظر تعلیم و تربیت جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ناظر امور عامہ و خارجہ۔ جناب مولوی فرزند علی خاں صاحب ناظر بیت المال اور دوسرے بزرگان سلسلہ و دیگر احباب جمع تھے۔ کارکنان تحریک جدید پہلے سے خلافت ہاؤس میں حضور کے استقبال کے لئے موجود تھے جب حضور کی موٹر روانہ ہوئی تو تمام احباب ایک چھوٹے راستہ سے خلافت ہاؤس میں پہنچ گئے اور جب حضور مکان میں داخل ہونے وقت دوبارہ دعا فرمانے لگے تو یہ بھی دعا میں شریک ہو گئے۔ اس موقعہ پر صدقہ بھی کیا گیا۔ آجکل حضور تمام نمازیں مسجد مبارک میں پڑھاتے ہیں۔

دفتر پرائیویٹ سیکرٹری و خلافت لائبریری

حضور کے نئے مکانات میں تشریف لے جانے پر دفتر پرائیویٹ سیکرٹری اور خلافت لائبریری بھی وہیں منتقل ہو گئے ہیں۔ عملہ کے بعض کارکنان کے کوارٹر بھی قریب ہی تعمیر ہو گئے ہیں۔

ربوہ میں باران رحمت

ایک عرصہ کی شدید گرمی کے بعد عین اس وقت جب کہ حضور خلافت ہاؤس میں پہنچے، چند چھینٹے پڑے۔ تھوڑی دیر میں آسمان پر بادل گھر آئے اور خوب بارش ہوئی اور جل تھل ہو گیا۔ بارش اور تیز ہوا سے چند مکانوں کے بیرونی پردوں کو کچھ نقصان پہنچا۔ جن کو درست کر دیا گیا۔ قادیان میں جب بیرونی آبادی میں مکان بننے شروع ہوئے ان دنوں بھی چونکہ وہاں ہوا کے لئے روک نہ تھی اس لئے وہاں بھی بعض اوقات صحن کے پردے گر جایا کرتے تھے۔ بعد میں زیادہ آبادی اور مکانوں کی تعمیر ہو جانے پر یہ دقت رفع ہو گئی۔ ربوہ میں اس کے بعد بھی دو دفعہ بارش ہو چکی ہے۔

ربوہ کا اسلامی ماحول

ربوہ میں آتے ہی آپ یہ محسوس کرینگے کہ آپ ایک اسلامی بستی میں آ گئے ہیں۔ دوسرے شہروں اور دیہات کی طرح آپ کہیں بچوں کو گالی گلوچ کرتے نہیں پائینگے ہر شخص دوسرے شخص کو ملتے ہوئے بلند آواز سے السلام علیکم کا ہدیہ پیش کرے گا۔ رمضان کا مبارک مہینہ گذر چکا اس کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ آجکل روزانہ سحری کے وقت جب آپ سوئے ہوئے ہوں گے آپ کے مکان پر آہستہ سے کوئی دستک دے کر السلام علیکم کہہ کر چلا جائے گا۔ یہ سگنل ہے اس بات کا کہ اب سونے کا وقت نہیں۔ ہوشیار اٹھو اور اپنے خالق و مالک کے سامنے سربسجود ہو جاؤ۔ ساری بستی چند منٹوں میں تہجد میں مشغول ہو جائے گی۔ جب فجر کی آذان ہو گی تو دوست مساجد کو روانہ ہوں گے۔ نماز فجر کے بعد ہر مسجد میں درس قرآن مجید۔ احادیث اور کتب حضرت مسیح موعود ؑ ہوتا ہے۔ مسجدوں میں خوب چہل پہل ہوتی ہے۔ یہی حال دوسری نمازوں کا ہے۔

مہمان خانہ

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خلافت ہاؤس میں تشریف لے جانے کے بعد اب مہمان خانہ بھی اپنی مستقل عمارت میں منتقل ہو گیا ہے۔ مہمان خانہ کی وسیع عمارت مسجد مبارک سے متصل ہے۔ اس کے ساتھ کارکنان ضیافت کے کوارٹر ہیں۔

بورڈنگ تعلیم الاسلام ہائی سکول

تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ ہاؤس کی عمارت سکول کے پاس بن رہی ہے کام شروع ہو چکا ہے۔ اندازہ ہے کہ تین ماہ کے اندر عمارت انشاء اللہ مکمل ہو جائے گی۔ عارضی طور پر بورڈر پہلے مہمان خانہ میں تھے اور اب حضور کے پرانے کچے کوارٹروں میں مقیم ہیں۔

درسگاہوں میں موسمی تعطیلات

جامعہ نصرت (گرلز کالج)، جامعۃ المبشرین اور جامعہ احمدیہ موسمی تعطیلات کی وجہ سے بند ہو

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اطلاع

ربوہ ۳۱ر جولائی۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق ربوہ سے حسب ذیل اطلاعات بذریعہ ڈاک موصول ہوئی ہیں:۔

۲۹ر جولائی نقرس کی تکلیف ہے۔

۳۰ر جولائی گھٹنے میں درد شروع ہے۔

احباب خصوصیت سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین ؛

(الفضل مورخہ یکم اگست ۱۹۵۲ء)

اخبار قادیان

۱۔ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ قادیان میں جملہ درویشان خیر و عافیت سے ہیں۔ اور خدمت دین میں لگے ہوئے ہیں۔ خدا تعالےٰ اسے قبول فرمائے۔ آمین۔ البتہ میاں محمد عمر صاحب دہلوی مہاجر صاحب فراش ہیں۔ اور میاں مدد علی صاحب شاہجہانپوری مہاجر احمدیہ شفاخانہ میں زیر علاج ہیں۔ ان کی صحت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

۲۔ مکرم مولوی برکات احمد صاحب ناظر امور عامہ و خارجہ ۲۹ر جولائی کو ڈاکٹری معائنہ کی خاطر چند روز کے لئے دہلی تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کو ایک عرصہ سے پرانے نزلہ کی شکایت ہے۔

۳۔ مکرم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز ڈاکٹری مشورہ کے ماتحت ایک ماہ کی رخصت پر ۳۱ر جولائی کو شملہ تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ بطور قائمقام ناظر بیت المال کام کر رہے ہیں۔

۴۔ نہایت خوشی اور مسرت سے یہ اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ بفضلہ تعالےٰ ۲۷ر جولائی کو مقبرہ بہشتی میں بجلی کے پمپ کا اجراء ہو گیا۔ اب نہ صرف مقبرہ بہشتی کے پودوں اور ملحقہ باغ کو سیراب کیا جا سکے گا بلکہ اس سے قریب قریب کے غیر مسلم زمیندار بھی فائدہ اٹھا سکیں گے۔

۵۔ مورخہ ۳۰ر جولائی بعد نماز عشا مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ماہانہ جلسہ ہوا جس میں محترم نائب صدر صاحب نے جملہ خدام سے خطاب فرمایا اس کی مفصل رپورٹ دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیں۔

۶۔ حسب اعلان یکم اگست بروز جمعہ بعد از نماز جمعہ حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب فاضل امیر مقامی قادیان نے دنیا میں امن قائم ہونے کے لئے اجتماعی دعا کی اور تمام درویشان اس میں شریک ہوئے۔

۷۔ محمد شریف صاحب ملازم لنگر خانہ کے ہاں یکم اگست کو لڑکا تولد ہوا۔ خدا تعالےٰ نومولود کو لمبی عمر عطا فرمائے۔ اور خادم دین بنائے۔ آمین۔

تصحیح ۲۸ر جولائی کے پرچہ میں مرزا محمود احمد صاحب درویش قادیان کے اعلان نکاح میں انکے خسر صاحب کا نام سہو کاتب سے غلط چھپ گیا ہے اسکی بجائے حافظ عبدالعلی صاحب مرحوم پڑھا جائے۔

چکے ہیں۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول اور نصرت گرلز ہائی سکول ۱۴ر ماہ حال کو دو ماہ کے

خطبہ جمعہ

نام بے شک مقدس ہیں لیکن اسلام کے نام سے زیادہ اور کوئی پیارا نام نہیں!

قرآن مجید احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کی رُو سے حکومت وقت کی اطاعت فرض ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۲۵ر جولائی ۱۹۵۲ء بمقام ربوہ

(مرتبہ سلطان احمد صاحب پیر کوٹی)

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے مختلف شہروں میں ہماری جماعت کے خلاف سخت فتنے پیدا ہو رہے ہیں۔ اگرچہ گورنمنٹ نے یہ اعلان کیا ہے کہ مجلس احرار کے لیڈروں نے اسے یقین دلایا ہے کہ انہوں نے فسادوں میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اور یہ کہ وہ امن و قانون کو بحال رکھنے کے سلسلہ میں آئندہ بھی مسلم لیگ کی حکومت سے کامل تعاون کریں گے۔ اور حکومت کو علما کے اس وعدے پر یقین بھی آگیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ فتنہ ابھی تک جاری ہے اور بعض جگہوں میں اب نئے سرے سے فتنہ سر اٹھا رہا ہے۔ بہرحال جو اطلاعات ہمیں خود احراری کارکنوں سے پہنچی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اندرون خانہ کچھ اور باتیں ہوئی ہیں۔ گو بہرحال احرار ظاہری طور پر ایک وعدہ دے کر اپنے مستقبل کو صدمہ پہنچا چکے ہیں۔ پس میں سمجھتا ہوں کہ دوستوں کو ابھی دعاؤں پر زور دیتے چلے جانا چاہئیے تا کہ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کی مشکلات کو دور کرے اور اس فتنہ سے اسے محفوظ رکھے۔ مومن جماعت کا اگر کوئی والی وارث ہے۔ تو وہ

اللہ تعالیٰ ہی ہے

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت جو دعا سکھائی ہے۔ اس کا ایک حصہ یہ ہے کہ لا ملجاء ولا منجاء منك الا الیك۔ اس میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ یعنی اے اللہ جس طرح خیر تیری طرف سے آتی ہے۔ اسی طرح تو ہی شریر لوگوں کو موقعہ دیتا ہے کہ وہ تیرے بندوں کے خلاف اپنی من مانی کارروائیاں کریں۔ پس ان سے اگر کوئی پناہ کا ذریعہ ہے تو وہ بھی تو ہی ہے۔ پس ہم تیری طرف ہی رجوع کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اور بھی مختلف دعائیں سکھائی ہیں مثلاً آپ نے یہ دعا سکھائی ہے

اللھم انا نجعلك فی نحورھم ونعوذبك من شرورھم۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے

رب کل شیء خادمك رب فاحفظنا وانصرنا وارحمنا

یا آپ کا الہام ہے

یا حفیظ یا عزیز یا رفیق

یہ سب دعائیں رد بلا کے لئے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم اور احادیث کی اور بہت سی دعائیں ہیں۔ جو خاص طور پر ان دنوں میں کرنی چاہئیں مجھے افسوس ہے کہ اس فتنہ میں چند احمدیوں نے کمزوری دکھائی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اکثر اعلانات جو کئے گئے ہیں۔ وہ جھوٹے ہیں۔ لیکن پانچ سات جگہوں پر بعض احمدیوں نے کمزوری بھی دکھائی ہے اور انہوں نے احمدیت سے انکار کر دیا ہے۔ گو لفظ مرزائی کا استعمال کر کے اپنے دل کو خوش بھی کر لیا ہے۔ بعد میں گو انہوں نے مخفی پیغام بھجوایا ہے۔ کہ ہم احمدی ہی ہیں۔ لیکن دشمن سے ڈر کر انہوں نے کمزوری فرد دکھائی ہے جماعت سے اگر ایک آدمی بھی کمزوری دکھائے تب بھی جماعت کے لئے یہ ڈر کا مقام ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ دعا سکھائی ہے کہ

ربنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین۔

ہر کمزوری گناہوں اور غلطیوں کے نتیجہ میں ہوتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے۔ کہ تم یہ دعا مانگو کہ اے اللہ تو ہمارے گناہ معاف کر دے۔ اسی طرح تو اس اسراف کو بھی بخش دے جو ہم نے کیا وثبت اقدامنا ہمیں ثابت قدم رکھ۔ ہمارے قدموں میں کسی قسم کا تزلزل اور کمزوری پیدا نہ ہو۔ اور نہ صرف ہمارے قدموں میں کسی قسم کا تزلزل اور کمزوری پیدا نہ ہو بلکہ وانصرنا علی القوم الکافرین۔ ممکن ہے کہ دشمن ہم پر غلبہ پا جائے۔ اس لئے اے اللہ تو دشمن کے مقابلہ میں ہماری مدد و نصرت فرما جہاں چند افراد نے بزدلی سے کام لیا ہے وہاں شاندار نمونے بھی ہیں۔ ایک عورت کو کسی نے کہا کہ تیرا بیٹا احمدیت سے تائب ہو گیا ہے۔ اس پر اس نے بڑے زور سے کہا شرم کرو کیا بکتے ہو وہ اس کا اکلوتا بیٹا ہے) اے اللہ اس کی موت کی خبر میں بے شک سنوں اس کے ارتداد کی خبر میں نہ سنوں۔ خدام الاحمدیہ ملتان۔ لائل پور اور بہت سی دوسری جگہوں کے خدام نے بڑی ہمت سے کام لیا ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ بہرحال فتنہ ہے۔ اور بہت بڑا ہے۔ اور اس کا علاج دعائیں ہی ہیں ہمارا غلبہ تلوار سے نہیں دعاؤں سے ہوگا۔ اور جب

ہمارا غلبہ دلیلوں سے ہے

تلواروں سے نہیں۔ تو جب خدا تعالیٰ چاہے گا۔ مخالفوں کے دل کھول دے گا۔ دلوں کا تبدیل کرنا جہاں مشکل امر ہے۔ وہاں آسان بھی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ انہیں ایک منٹ کے اندر بدل بھی سکتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک عرب آیا۔ اس کا جوش دیکھ کر آپ پر یہ اثر ہوا۔ کہ اگر وہ ہدایت پا جائے تو عرب میں تبلیغ کے لئے مفید رہے گا۔ مگر وہ اپنی ضد پر قائم رہا۔ آخر آپ نے دعا کی اور دعا کے بعد جب اس سے چند منٹ بحث کی۔ تو خدا تعالیٰ نے اس کا دل کھول دیا۔ اور یا تو وہ باتوں باتوں میں گالیوں پر اتر آتا۔ اور یونہی جوش میں آجاتا تھا۔ اور یا وہ آپ کا چند منٹ میں ہی معتقد ہو گیا۔

پس دلوں کا بدلنا مشکل بھی ہے اور آسان بھی ہے۔ خدا تعالیٰ جب چاہتا ہے ایک منٹ میں دلوں کو بدل دیتا ہے۔ بادشاہ

تلواروں کی لڑائیاں

لڑتے ہیں اور یہ لڑائیاں سالہا سال تک چلتی ہیں۔ قومیں آپس میں گتھم گتھا ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن دل بدلتے ہیں تو ایک منٹ میں بدل جاتے ہیں۔ پس دعائیں کرو اور کرتے جاؤ۔ دشمن تلوار چلاتا ہے لوٹ مار کرتا ہے۔ آگ لگاتا ہے۔ بعض احمدیوں کو اس نے قتل بھی کر دیا ہے۔ لیکن تمہاری لڑائی تلواروں کی نہیں۔ تمہاری لڑائی دلیلوں کی ہے۔ اور تمہاری دلیلوں کو مقبول خدا تعالیٰ نے بنانا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ ہدایت دے دے تو آج جو شخص تمہارا شدید دشمن ہے۔ ممکن ہے۔ وہ کل کو تمہارا گہرا دوست اور مددگار بن جائے

اسی سلسلہ میں میں ایک اور بات بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ موجودہ شورش سے متاثر ہو کر

ایک انگریزی اخبار کے نمائندے

یہاں آئے اور انہوں نے مجھ سے انٹرویو کیا۔ جو سول اینڈ ملٹری گزٹ میں شائع ہوا ہے۔ اس میں ایک غلطی رہ گئی ہے۔ جس کی تردید سول اینڈ ملٹری گزٹ کو بھجوا دی گئی ہے۔ اور اگر خدا نے چاہا۔ تو وہ پرسوں یا اترسوں تک پرچہ میں شائع ہو جائے گی (یہ تردید شائع ہو چکی ہے دیکھو سول اینڈ ملٹری گزٹ صفحہ ۳ مورخہ ۲۵ـ۵۲)

اس کے علاوہ باقی انٹرویو جو شائع ہوا ہے وہ قریباً قریباً صحیح ہے۔ میں نے قریباً قریباً صحیح اس لئے کہا ہے کہ عبارت میں بعض معمولی غلطیوں کا رہ جانا ممکن ہے بعض جگہ معروف کی بجائے مجہول فعل استعمال ہو جائے تو مفہوم میں کچھ نہ کچھ فرق پڑ جاتا ہے اور لکھنے والا چاہے کتنا ہوشیار ہو۔ اس سے اس قسم کی غلطیاں ہو جاتی ہیں اور ان کے نتیجہ میں مطالب میں بھی تھوڑا سا فرق پڑ جاتا ہے۔ لیکن ہر غلطی کی تردید مشکل ہوتی ہے۔ اگر ہر معمولی غلطی کی تردید کی جائے۔ تو کام نہایت مشکل ہو جاتا ہے۔ گھروں میں اس قسم کی اکثر غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ میرے ساتھ بھی گھر میں ایسے واقعات ہوتے رہتے

ہیں کبھی پگڑی کا شملہ کوٹ کے اندر رہ جاتا ہے یا اسی قسم کی اور کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو بیویاں کہتی ہیں۔ ٹھہریئے ٹھہریئے ذرا شملہ ٹھیک کریں۔ اور بعض دفعہ پگڑی کا کوئی حصہ اونچا ہو جاتا ہے تو اس پر وہ آواز دینے لگ جاتی ہیں۔ وہ پیار سے ہی مطلب کی بات ہوتی ہے۔ مگر اتنی چھوٹی کہ جب ضروری کام کے وقت ایسا کیا جاتا ہے تو طبیعت پر گراں گذرتا ہے۔ بہرحال یہ

چھوٹے چھوٹے نقائص

ہوتے ہیں انہیں اگر رہنے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہوتا۔ جب انسان چھوٹی چھوٹی گرفت یا غلطی کی اصلاح میں لگ جاتا ہے تو گذارہ مشکل ہو جاتا ہے۔ اور اس کی حالت اس شخص کی سی ہو جاتی ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ نماز کی نیت باندھتے وقت پہلے کہتا تھا پیچھے اس امام کے اور پھر شبہ کرتا تھا کہ شاید اشارہ ٹھیک نہیں ہوا۔ اور آخر بڑھتے بڑھتے امام کے پاس پہنچ جاتا۔ اور پہلے دور سے اشارہ کرتا اور پھر امام کو دھکے دینے لگ جاتا کہ پیچھے اس امام کے تب نماز کی نیت باندھتا پس اتنے وہم میں بھی نہیں پڑنا چاہیئے۔ صرف خدا تعالےٰ ہی ایک ایسی ذات ہے جو عیوب سے پاک ہے۔ انسان میں بہت سے عیوب اور نقائص ہیں اور یہ عیوب اور نقائص بعض اوقات اس کے لئے برکت کا موجب بن جاتے ہیں۔

میرے اس بیان میں جو ایک انگریزی اخبار کے نمائندہ نے لیا اور وہ سول اینڈ ملٹری گزٹ میں بھی شائع ہوا بعض کمزوریاں رہ گئی ہوں تو ممکن ہے۔ لیکن سوائے اس غلطی کے جس کا ازالہ کیا جا رہا ہے بیان شائع کرنے والے نے اسے

نہایت ایمانداری سے

شائع کیا ہے۔ ہمارے زود نویس بھی بعض دفعہ لکھنے میں غلطیاں کر جاتے ہیں۔ پس اگر بیان میں کوئی معمولی غلطی رہ گئی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ میں ان کا ممنون ہوں اور ان کی تعریف کرتا ہوں کہ انہوں نے اس مضمون کو اس طرح لکھا ہے کہ شاید کوئی احمدی بھی اس طرح نہ لکھتا۔ اس بیان کی وجہ سے جو بے چینی بعض احمدیوں میں پیدا ہوئی ہے وہ ان کی ناتجربہ کاری اور ناواقفیت کی وجہ سے ہے بعض لوگ کام کے وقت تو آگے نہیں آتے لیکن جرح کے وقت پیش پیش رہتے ہیں بعض لوگوں نے میرے ادب کی وجہ سے یہ لکھ دیا ہے کہ شاید مضمون نویس نے یہ بیان غلط لکھ دیا ہو۔ لیکن میں ایسا آدمی نہیں جو اپنی غلطی کو دوسرے کی طرف منسوب کر دوں۔ اگر بیان میں کوئی غلطی ہے تو وہ میری ہے۔ مضمون لکھنے والے نے

نہایت دیانتداری سے

مضمون لکھا ہے۔ آخر میں اسے کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے جس کی اصلاح کر دی گئی ہے۔ میں پہلے مضمون سنا

دیتا ہوں۔ اخباروں کا قاعدہ ہے کہ وہ بعض اہم شخصیتوں کے پاس جا کر ان پر بعض سوال کرتے ہیں اور پھر ان کے جوابات حاصل کر کے اپنے اخبار میں نیا شائع کرتے ہیں۔ اس سے ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اگر ان کے اخبار میں کوئی نیا مضمون آئے گا تو ان کے اخبار کی قدر و قیمت بڑھے گی۔ اگر وہ عوام الناس کے خیال کے متعلق کوئی روشنی ڈال دیں تو اس سے اخبار کی خریداری میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ عوام میں مقبول ہو جاتی ہے۔ اسی غرض کے پیش نظر ایک انگریزی اخبار کے نامہ نگار میرے پاس آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ احمدیوں کے خلاف یہ پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ یہ حکومت میں داخل ہو کر اس پر

قبضہ کرنا چاہتے ہیں

انہوں نے مناسب سمجھا کہ وہ میرے پاس آئیں اور معلوم کریں کہ احمدی کیا چاہتے ہیں۔ آیا احمدی یہ چاہتے ہیں کہ وہ حکومت پر قبضہ کر لیں یا نہیں؟ احراری علماء کے خیال میں (یا ان کے افتراؤں کے مطابق) احمدی انقلاب برپا کر کے حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے شام میں کئی دفعہ انقلاب برپا ہو چکا ہے۔ اور جیسے اب مصر اور ایران میں انقلاب برپا ہوا ہے۔ اردن میں بھی ایک شکل میں انقلاب برپا ہو چکا ہے۔ اگرچہ وہ پوری طرح نہیں ہوا۔ بہرحال باہر مولویوں کی طرف سے مشہور کیا جاتا ہے کہ احمدی بھی اپنے آدمیوں کو حکومت میں داخل کر کے اس قسم کا انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں انہوں نے جب یہ پروپیگنڈا سنا تو وہ یہاں آئے۔ اور انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کا ایسا خیال ہے۔ اس کا جواب جو انہوں نے میری طرف منسوب کر کے شائع کیا ہے وہ صحیح ہے۔ میں نے کہا میرے خیال میں ایسا نہیں اور نہ کوئی عقلمند ایسا خیال کر سکتا ہے۔ ہماری جماعت

اتنی چھوٹی ہے

کہ سینکڑوں میں سے ایک احمدی ہے۔ اگر احمدی حملہ کر کے کراچی کے دفاتر پر قبضہ بھی کر لیں تو وہ کتنے دنوں تک اس قبضہ کو قائم رکھ سکیں گے۔ اکثریت کے پاس اسلحہ ہے، فوج ہے۔ اگر احمدی ایسی حماقت کریں گے تو وہ چند منٹ میں ختم ہو جائیں گے۔ اور وہ کون سا احمدی ہو گا جو ایسا کرے۔ یہ تو ہماری حماقت کی علامت ہو گی۔ کہ ہم ایسا کام کریں جو ایک جاہل سے جاہل شخص بھی نہیں کر سکتا۔ دراصل ان کی غرض تھی کہ عوام الناس کے شبہات دور ہو جائیں اور ان پر واضح ہو جائے کہ احمدی حکومت پر قبضہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ میں نے ان

کے امام سے پوچھا ہے انہوں نے اس کی تردید کی ہے۔ میں نے انہیں یہ دلیل دی کہ ایسا کرنا عقلاً بھی درست نہیں۔

دوسرا سوال یہ تھا کہ

خلیفہ کی اطاعت

ضروری ہے یا گورنمنٹ کی؟ اگر جماعت اور گورنمنٹ میں اختلافات بڑھ جائیں تو جماعت آپ کی فرمانبرداری کرے گی یا گورنمنٹ کی؟ یہ سوال کئی سال سے چلا آتا ہے۔ انگریزوں کے وقت میں بھی سوال اٹھا تھا کہ ہمارا اور آپ کا اتحاد کیسے ہو سکتا ہے۔ جبکہ جماعت آپ کی فرمانبرداری کو ضروری خیال کرتی ہے۔ اس سوال کا جو جواب میں نے دیا تھا وہ بھی انہوں نے درست لکھا ہے کہ ہماری مذہبی تعلیم یہ ہے کہ

حکومت وقت کی اطاعت

کی جائے۔ ہم آیات قرآنیہ نکال نکال کر کہتے ہیں کہ حکومتِ وقت کی فرمانبرداری ضروری ہے۔ ہم احادیث نکال نکال کر کہتے ہیں کہ حکومتِ وقت کی فرمانبرداری ضروری ہے۔ پھر میں اپنے متبوع کی نافرمانی کیسے کر سکتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تو یہی لکھتے آئے ہیں۔ کہ حکومتِ وقت کی اطاعت کی جائے۔ اور میں خود بھی ۳۵-۳۶ سال سے یہی کہتا چلا آیا ہوں کہ حکومت وقت کی اطاعت کرو۔ آخر میں اپنے قول کی مخالفت کیونکر کر سکتا ہوں۔ دراصل ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ خلیفہ کا محافظ خدا تعالےٰ ہے اور وہ اس سے ایسی غلطیاں سرزد نہیں ہونے دے گا جو اصولی امور کے متعلق ہوں۔ پس اس سوال کا اصل جواب تو یہ تھا کہ خلیفہ ایسی غلطی نہیں کر سکتا۔ لیکن اس جواب سے غیر احمدیوں کی تسلی نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ وہ جماعت احمدیہ کے خلیفہ کے متعلق یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ وہ ایسی غلطی نہیں کر سکتا۔ اس قسم کے سوال فرضی کہلاتے ہیں۔ ان کے جوابات بھی دیئے جا سکتے ہیں اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ سوال فرضی ہے۔ اس لئے میں نے اس کا جواب نہیں دیا۔ لیکن اگر میں ایسا جواب دیتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ غیر احمدیوں کے شبہات دور نہ ہوتے۔ بلکہ وہ کہتے۔ یہ سوال کو ٹلا گئے ہیں۔ پس میرے اس جواب سے جو ہوتا تو بالکل درست سچائی ظاہر نہیں ہو سکتی تھی ایسے موقعہ پر مناسب یہی ہوتا ہے کہ اس فرضی سوال کا جواب بھی دیدیا جائے۔ چنانچہ میں نے اس سوال کے جواب میں اس نمائندے سے یہ کہا۔ کہ جب جماعت کا خلیفہ باوجود اس کے کہ قرآن کریم کا یہ حکم ہے کہ حکومتِ وقت کی اطاعت کرو۔ احادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حکومتِ وقت کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ حکومتِ وقت کی اطاعت کرو۔ میں خود ۳۵-۳۶ سال سے اس بات کی تلقین کر رہا ہوں کہ حکومتِ وقت کی اطاعت ضروری ہے۔ حکومتِ وقت کی نافرمانی کی تعلیم دے گا تو لازماً جماعت اس سے پوچھے گی کہ یہ حوالے کہاں گئے۔ آپ ہمیں اب کہاں لے جانا چاہتے ہیں؟ درحقیقت ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ

خلیفہ خدا تعالےٰ کی حفاظت

میں ہوتا ہے اور وہ اسے اس قسم کی غلطی نہیں کرنے دیتا جو اصولی امور سے تعلق رکھتی ہو۔ پس یہ سوال ہی غلط ہے۔ ایسا موقعہ آ ہی نہیں سکتا کہ جماعت احمدیہ کا سچا خلیفہ حکومتِ وقت سے بغاوت کی تعلیم دے۔ وہ خدا تعالےٰ کی حفاظت میں ہے۔ اور وہ یہ غلطی نہیں کر سکتا لیکن بعض دفعہ فرضی سوال کا فرضی جواب بھی دینا پڑتا ہے۔ قرآن کریم میں بھی اس قسم کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ خدا تعالےٰ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کہتا ہے کہ تو ان لوگوں سے کہہ دے کہ اگر خدا تعالےٰ کا کوئی بیٹا ہوتو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کروں گا۔ اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کا کوئی بیٹا ہے ہی نہیں تو اس کی عبادت کیسی۔ لیکن اس قسم کے جواب کی ضرورت تھی۔ کیونکہ دشمنانِ اسلام کے دلوں میں یہ شبہات تھے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم باوجود اس کے کہ وہ خدا تعالےٰ کی ہستی پر ایمان لاتے ہیں اس کے بیٹے کے منکر ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ پر ایمان بھی لایا جائے۔ اور اس کے بیٹوں کا انکار بھی کیا جائے گو

حقیقت یہ ہے

کہ خدا تعالےٰ کا بیٹا ہے ہی نہیں۔ لیکن یہ چیز دشمنانِ اسلام کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتی تھی۔ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم صحیح جواب پر اصرار کرتے تو دشمنانِ اسلام آپؐ کی بات نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اس لئے آپؐ کی طرف سے اللہ تعالےٰ نے اس کا یہ جواب دیدیا کہ اگر خدا تعالےٰ کا کوئی بیٹا ثابت ہو تو تم لوگوں سے بھی پہلے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کی عبادت پر تیار ہو جائیں گے۔ کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کے سچے عاشق ہیں۔ پس اصل بات تو یہ ہے کہ خلیفہ حکومتِ وقت کی نافرمانی کر ہی نہیں سکتا۔ وہ خدا تعالےٰ کی حفاظت میں ہے۔ وہ معمولی امور میں غلطی کر سکتا ہے۔ لیکن اہم امور میں غلطی نہیں کر سکتا۔ خدا تعالےٰ اس کی نگرانی کرے گا۔ اور اہم امور میں غلطی کرنے سے اُسے بچائے گا۔ لیکن غیر احمدی یہ چیز نہیں سمجھ سکتے۔ اگر اس سوال کا جواب دیا جاتا۔ کہ خلیفہ

ایسی غلطی نہیں کرسکتا۔ تو وہ کہتے کہ خلیفہ انسان ہے۔ اور جب وہ انسان ہے۔ تو وہ غلطی بھی کرسکتا ہے۔ پس ان کے لئے مناسب جواب یہی تھا۔ کہ فرض کردہ یہ مسئلہ نہ بھی ہوتا۔ کہ خدا تعالیٰ خلیفہ کی حفاظت کرتا ہے۔ اور خلیفہ ایسی تعلیم دے دے تو چونکہ وہ تعلیم قرآن وحدیث اور سلسلہ کی تعلیم کے خلاف ہوگی۔ احمدی اس کی بات کبھی نہ مانیں گے۔ اور کہیں گے ہم تمہاری بات نہیں مانتے۔ کیونکہ تعلیم قرآن و

حدیث کے خلاف

ہے۔ جس کے رُو سے حکومتِ وقت کی اطاعت واجب ہے۔ بہرحال میرا یہ جواب ایک فرضی سوال کا جواب تھا۔ اگر اصل جواب دیا جاتا۔ کہ خلیفہ ایسا کر ہی نہیں سکتا تو غیر احمدی اس جواب کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی لکھا ہے کہ اگر میرا الہام قرآن کریم کے خلاف ہوتا۔ تو میں اُسے پھینک دیتا۔ اب اس کا مطلب یہ تو نہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات قرآن کریم کے خلاف ہوتے تھے۔ بلکہ درحقیقت اس کے یہی معنی ہیں۔ کہ آپ کے الہامات قرآن کریم کے خلاف جا ہی نہیں سکتے تھے۔ پس ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ قرآن کریم کے احکام کے خلاف نہیں جاسکتا۔ خلیفہ کے لئے ناممکن ہے کہ احادیث کے خلاف جائے۔ وہ ہمیشہ حکومت کی اطاعت کرے گا۔ کیونکہ اس کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنے متبوع کے خلاف جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب میں صاف طور پر فرمایا ہے۔ کہ حکومتِ وقت کی اطاعت فرض ہے۔ لیکن اگر ہم یہ فرض کریں کہ خلیفہ اس کے لئے اُلٹ جاسکتا ہے۔ تو ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ جماعت بھی اس صورت میں اس کی نافرمانی کرسکتی ہے۔ پھر

ایک سوال یہ کیا گیا

کہ اگر گورنمنٹ یہ فیصلہ کردے کہ احمدی مسلمان نہیں تو آپ کیا کریں گے۔ یہ سوال بھی فرضی تھا اصل جواب تو یہ تھا کہ گورنمنٹ ایسا کیوں کرے گی۔ اگر گورنمنٹ ایسا کرے گی۔ تو وہ بدنام ہوجائے گی۔ لیکن ایک غیر احمدی کے نزدیک یہ بات بھی قابلِ تسلیم نہیں۔ اس کے دل میں یہ خیال ہے۔ کہ احمدی کبھی نہ کبھی بغاوت کریں گے۔ مولویوں نے دوسرے مسلمانوں کے دلوں میں یہ ڈال دیا ہے۔ اور ہمیں انہیں یہ یقین دلانا ضروری ہے۔ کہ مولویوں کا یہ پروپیگنڈا غلط ہے۔ اگر ہم اس فرضی سوال کا جواب نہ دیتے۔ تو ان کا شبہ قائم رہتا۔ اور اس کی

حقیقت نہ کھلتی۔ بیشک ہمارا یہ فرض ہے۔ کہ ہم فرضی سوالوں سے بچتے رہیں۔ لیکن ہمارا یہ فرض بھی ہے۔ کہ اگر ان فرضی سوالوں کے جواب نہ دینے سے دھوکا لگتا ہو۔ تو ہم عام طریقہ چھوڑ کر اُن کے جواب دیں۔ سوال یہ تھا۔ کہ اگر حکومت احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے دے تو آپ کیا کریں گے۔ اس کا ایک ہی جواب ہوسکتا تھا۔ خواہ وہ جواب کسی احمدی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ کہ ہم احمدی نام اُڑا دیں گے۔ خدا تعالیٰ نے ہمارا نام احمدی نہیں رکھا۔ احمدی نام

سنس census کے لئے

رکھا گیا تھا اور اسلام خدا تعالیٰ کا رکھا ہوا نام ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں کہا ہے کہ ہم نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اب یہ سیدھی بات ہے۔ کہ چھوٹی چیز کو بڑی چیز کے لئے قربان کیا جاسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے رکھے ہوئے نام پر جب کوئی مجبوری پیش آئے۔ تو آدمیوں کے رکھے ہوئے نام کو قربان کرنا ہوگا۔ اگر کوئی حکومت یہ فیصلہ کردے کہ احمدی مسلمانوں کے حقوق سے محروم ہیں۔ تو وہ ہمارے ناموں سے تو فیصلہ نہیں کرسکتی۔ نام تو ہم سب کے ایک سے ہیں۔ وہ سوال کرے گی۔ کہ تم کون ہو؟ ہم مسلمان ہیں۔ اور ہمارے نوجوان کہیں گے۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہ سوال کریں گے۔ کہ کون سے مسلمان؟ ہم کہیں گے کہ وہی مسلمان جو قرآن میں مذکور ہیں۔ وہ اور تشریح کروائیں گے۔ کہ کون سے فرقے سے متعلق ہیں۔ کہ قرآن میں جو فرقے لکھے ہوں تو وہ بیان کردیں۔ میں بتا سکوں گا۔ مجھے تو قرآن میں مسلمان ہی کا لفظ نظر آیا ہے۔ غرض اگر گورنمنٹ قانوناً

احمدی لفظ پر پابندی لگادے گی

تو ہمارے لوگ اپنے آپ کو احمدی نہیں کہیں گے بلکہ مسلمان کہیں گے۔ پہلے بھی ایسی شرارتیں کی گئی ہیں۔ چنانچہ ایک افسر نے آرڈر دے دیا تھا۔ کہ اس کے ماتحت جتنے افراد ہیں۔ ان کی فرقہ وار فہرست تیار کی جائے۔ مجھے بعض دوستوں نے خطوط لکھے کہ اب کیا کیا جائے۔ تو میں نے کہا۔ تم اپنے فرقہ کا نام نہ لکھاؤ۔ بلکہ تم کہو ہم مسلمان ہیں اگر وہ پوچھیں کون سے مسلمان۔ تو تم کہو ہم وہی مسلمان ہیں۔ جن کو قرآن کریم نے مسلمان کہا ہے۔ اتنے میں حکومت کو پتہ لگ گیا۔ اور اُس نے کہا کہ اس قسم کے سوال نہیں کرنے چاہئیں۔

پس

ہمارا اصل نام مسلمان ہے

صرف دوسرے فرقوں سے اپنے آپ کو ممتاز کرنے کے لئے ہم نے اپنا نام احمدی رکھا ہوا ہے۔ اور

کیا یہ عجیب بات نہیں ہوگی۔ کہ کوئی شخص اس نام کو تو اہمیت نہ دے جو خدا تعالیٰ نے رکھا ہے اور اس نام کو اہمیت دے جو دوسرے لوگوں سے امتیاز رکھنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ ہمارا نام خدا تعالیٰ نے مسلمان رکھا ہے۔ احمدی نام تو سنس census میں اپنے آپ کو الگ طور پر دکھانے کے لئے رکھا گیا تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک محمدؐ جو جلالی نام تھا۔ اور ایک احمدؐ جو جمالی نام تھا۔ یہ زمانہ آپ کی صفتِ جمالی کے ظہور کا تھا۔ اور چونکہ ہم بھی جمالی تعلیم دیتے ہیں۔ اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صفتِ احمد سے نسبت رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت کا نام احمدی رکھ دیا ہے۔

پس احمدی نام ضرورت کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ کسی الہام کی بناء پر نہیں رکھا گیا۔ اور اس سے زیادہ حماقت اور کیا ہوگی۔ کہ جانیں ضائع ہوں۔ نوکریاں جائیں۔ لڑکوں کی تعلیم بند ہو جائے۔ لیکن ہم اس نام کو حکمانہ طور پر استعمال کرنے پر اصرار کریں۔ جو ضرورت کی بناء پر دوسرے فرقوں سے امتیاز کے لئے رکھا گیا تھا۔ پس جس مجلس میں اس نام پر پابندی لگائی جائے گی۔ ہم اس مجلس میں یہ نام چھوڑ دیں گے اگر عدالت میں اس نام پر پابندی لگائی گئی۔ تو ہم عدالت میں کہیں گے۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ اگر عدالت سے باہر کوئی پوچھے گا۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ ہم احمدی مسلمان ہیں۔ جس سے قانون روکے گا۔ ہم رُک جائیں گے۔ فرض کرو اگر حکومت پاکستان یہ قانون بنادے کہ احمدی مسلمان نہیں۔ تو ہم حکومت کے جس دفتر میں جائیں گے۔

اپنے آپ کو مسلمان کہیں گے

آخر وہ یہی قانون بنائیں گے۔ کہ وہ مسلمان جو کسی وقت اپنے آپ کو احمدی مسلمان کہتے تھے۔ اب مسلمان نہیں۔ مگر یہ کیسی ہنسی والی بات ہوگی۔ کہ حکومت پاکستان ایسے قواعد بنا رہی ہے۔ کہ وہ مسلمان جو کسی وقت احمدی کہلاتے تھے۔ اب مسلمان نہیں رہے۔ پس خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ حربہ دیا ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ باقی رہا صفت میں کوئی اونچا ہوتا ہے۔ اور کوئی نیچا۔ مثلاً آم ہے۔ سڑا ہوا بھی آم ہوتا ہے۔ اچھا آم بھی آم ہوتا ہے۔ ایک اچار والا آم ہوتا ہے۔ دوسرا کھانے والا آم ہوتا ہے۔ ایک کھٹا آم ہوتا ہے۔ تو ایک میٹھا آم ہوتا ہے۔ چاہے تم اسے ردی کی ٹوکری میں پھینک دو نام آم ہی ہے۔ پس نہ ہم دوسروں کو اسلام کے نام سے محروم ہوسکتے ہیں۔ اور نہ وہ ہمیں محروم کرسکتے

ہیں۔

پھر ایک سوال یہ تھا۔ اگر گورنمنٹ صدر انجمن احمدیہ کو خلافِ قانون قرار دیدے۔ تو آپ کیا کریں گے۔ یہ بھی فرضی سوال تھا۔ اس کا ایک جواب یہ بھی ہوسکتا تھا۔ کہ یہ سوال فرضی ہے۔ گورنمنٹ ایسی پاگل کیوں ہونے لگی۔ کہ وہ یہ خلافِ عقل بات کرے۔ اگر میں یہ جواب دیتا۔ تو غیر احمدیوں کے دلوں میں یہ بات گڑ جاتی۔ کہ انہوں نے جواب سے گریز کیا ہے۔ درحقیقت ان کے ارادے حکومت کے بارہ میں اچھے نہیں۔ پس باوجود فرضی سوال ہونے کے میرے لئے جواب دینا ضروری تھا۔ تا غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ اس لئے میں نے جواب دیا۔ کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارا مذہب ہے کہ

تم حکومت سے نہ لڑو

قرآن کریم کہتا ہے کہ تم حکومت سے نہ لڑو۔ تم حکومتِ وقت کی اطاعت کرو۔ یا اس ملک سے چلے جاؤ۔ پس گو میں اس سوال کا یہ جواب دے سکتا تھا۔ کہ یہ فرضی سوال ہے۔ اور میں اس کا جواب نہیں دیتا۔ لیکن سوال کرنے والے نے حکومت کو مدنظر رکھ کر یہ سوال نہ کیا تھا۔ اس نے یہ سوال پبلک کو مدنظر رکھ کر کیا تھا۔ اور یہ پبلک مولویوں سے متاثر ہوکر میری خاموشی سے یہ نتیجہ نکالتی۔ کہ انہوں نے کسی وقت حکومت سے ضرور لڑنا ہے۔ تبھی جواب سے گریز کر گئے ہیں۔ پس میں نے باوجود سوال کے فرضی ہونے کے اس کا جواب دے دیا۔ اور کہا کہ اگر گورنمنٹ نے صدر انجمن احمدیہ کو خلافِ قانون قرار دیدیا۔ تو ہم اس کا اور نام رکھ دیں گے۔ حکومت آخر نام کو ہی خلافِ قانون قرار دے گی۔ حکومت یہ قانون تو نہیں بنا سکتی کہ سکول بنانا خلافِ قانون ہے۔ تبلیغ کرنا خلافِ قانون ہے۔ بیواؤں کی مدد کرنا خلافِ قانون ہے۔ اور یہی کام ہیں جو ہم کرتے ہیں۔ اگر حکومت ایسا قانون بنائے گی۔ تو دوسری حکومتیں اس پر ہنسیں گی۔ پھر دوسری انجمنیں بھی اس قانون کی زد میں آجائیں گی پس میں نے اس سوال کا یہ جواب دیا۔ کہ اگر حکومت نے صدر انجمن احمدیہ پر

پابندی عائد کردی

تو اس کا نام بدل دیا جائے گا۔ اس کے سوا اور جواب کیا ہوسکتا ہے۔ اگر ہم نام نہیں بدلیں گے تو ہمیں حکومت کے ساتھ لڑنا ہوگا۔ اور حکومت کے ساتھ لڑنا ہماری تعلیم کے لحاظ سے ناجائز ہے۔ اور یا پھر ہمیں اپنا کام چھوڑ دینا ہوگا۔ ہمیں اسلام کی خدمت چھوڑ دینی ہوگی۔ یہ چیز بھی جائز نہیں۔ جب یہ دونوں چیزیں ناجائز ہیں تو یہی چیز باقی رہ گئی۔ جو میں نے کہی ہے۔ ایک شخص نے بڑا تیر مارا ہے۔ اُس نے لکھا

ہے۔ کیا ہم وہ نام چھوڑ دیں گے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھا تھا۔ مجھے اس پر ہنسی آگئی۔ کیونکہ یہ نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس فقرہ میں رکھا ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اس انجمن کا مستقل مرکز قادیان رہے گا۔ اگر اس نام کو چھوڑنا حرام تھا۔ تو قادیان کیوں چھوڑا۔ دراصل یہ پیشگوئی ایک لمبے عرصہ کے لئے تھی۔ بیچ میں بعض روکیں بھی آسکتی ہیں۔ ہمارا اصل کام خدمتِ اسلام ہے ہمیں ناموں اور جگہوں سے کوئی واسطہ نہیں۔ جس طرح سے ہم یہ کام کرسکیں گے۔ اور جس جگہ میں یہ کام کرسکیں گے کریں گے۔ احمدی نام اگر اس کام میں روک بنے گا۔ تو ہم اسے چھوڑ دیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس فقرہ میں یہ نام رکھا ہے۔ وہاں یہ بھی لکھا ہوا ہے۔ کہ مقام اس انجمن کا قادیان رہے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کو برکت دی ہے۔ اگر ہم قادیان چھوڑ کر یہاں آگئے ہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رکھا ہوا نام ہم کیوں نہیں چھوڑ سکتے اگر تم وہاں یہ کہتے ہو۔ کہ قادیان چھوڑنے میں ہمارا کوئی اختیار نہیں تھا۔ حکومت نے ہمیں وہاں سے نکال دیا۔ ہم آگئے۔ تو پھر فرض کرو۔ اگر کوئی حکومت ہماری انجمن کے خلاف قانون قرار دے دے۔ تو ہمیں اس انجمن کو یا دوسرے لفظوں میں اس کے نام کو چھوڑنا پڑے گا۔ ہمارا اصل کام یہ ہے۔ کہ ہم دنیا میں خدا تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حکومت قائم کردیں۔ خواہ یہ کام کسی نام کے نیچے کرنا پڑے۔ واقعہ مشہور ہے۔ کہ کسی راجہ نے بینگن کھائے۔ اسے بینگن اچھے لگے۔ اس نے دربار میں ذکر کیا۔ کہ بینگن بڑی اچھی چیز ہے۔ اس پر ایک درباری نے کھڑے ہو کر کہا۔ واقعی بینگن بڑی اچھی چیز ہے۔ طب میں اس کی یہ یہ خصوصیات بیان ہیں۔ خون میں گرمی پیدا کرتا ہے۔ سرد مزاجوں کے لئے مفید چیز ہے۔ پھر حضور دیکھنے میں اس کی شکل بالکل یوں معلوم ہوتی ہے۔ گویا کوئی صوفی ہے۔ جس نے سر پر سبز عمامہ رکھا ہوا ہے۔ اور درختوں کے جھنڈ میں بیٹھا عبادت کررہا ہے۔ بادشاہ نے دو چار دن متواتر بینگن کھائے۔ تو اسے بواسیر ہوگئی۔ اس نے دربار میں پھر اس کا ذکر کیا۔ اور کہا۔ ہم تو سمجھتے تھے۔ کہ بینگن بڑی اچھی چیز ہے۔ یہ تو بڑی نقصان دہ چیز ہے۔ اس پر وہی درباری پھر کھڑا ہوگیا اور اس نے کہا۔ حضور بھلا یہ بھی کوئی سبزی ہے۔ آخر طب میں جہاں ایک چیز کے فوائد لکھے ہوتے ہیں۔ وہاں نقائص بھی لکھے ہوتے ہیں۔ اس درباری نے اس کے نقائص گننے شروع کئے۔ اور پھر کہا۔ حضور دیکھئے اس کی شکل بالکل ایسی ہے۔ جیسے کسی چور کا منہ کالا کرکے پھانسی پر لٹکایا گیا ہو۔ دوسرے درباریوں نے اسے ڈانٹا کہ یہ کیا کررہے ہو۔ اس دن تو بینگن کی تعریف کررہے تھے۔ اب اس کی مذمت کررہے ہو۔ اس نے کہا۔ میاں میں بینگن کا نوکر نہیں۔ راجہ کا نوکر ہوں۔

پس نام میں کیا رکھا ہے۔ نام بے شک مقدس ہیں۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے زیادہ مقدس نہیں۔ نام بے شک پیارے ہیں۔ لیکن اسلام کے نام سے زیادہ اور کوئی پیارا نام نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر ہمیں نام اور مقام چھوڑنے پڑیں تو ہم انہیں چھوڑ دیں گے۔ لیکن اپنا کام کو کے چھوڑ بیٹھیں گے ہم نے اسلام کا جھنڈا دنیا میں دوبارہ گاڑنا ہے اپنا یا بیگانہ کوئی اعتراض کرے پڑا نہیں بھونکنے دیں سے جو ہیں نے کہہ رہا ہے! اور وہی ایک دن ہم کرکے رہیں گے انشاء اللہ

(الفضل مورخہ ۲۹؍جولائی ۱۹۵۲ء)

چھتیس سال قادیان میں بقیہ صفحہ نمبر ۸

آخر انہوں نے وہاں ہی وفات پائی اور ہمیشہ کے لئے وہیں کے ہو رہے۔ ۴۔ ایک نوجوان چوہدری فضل احمد صاحب تھے۔ جو سٹروعہ ضلع ہوشیارپور کے نہایت مخلص خاندان سے تھے۔ ان کی تعلیم ایف۔اے تک تھی۔ بڑے جوشیلے اور مخلص احمدی تھے کچھ عرصہ انہوں نے مضمون نویسی کی مشق کی پھر انہیں "میجر الفضل" بنا دیا گیا۔ اور آخر کار ہائی سکول میں بطور ٹیچر کام کرنے لگے۔ ۵۔ ماسٹر نذیر خاں صاحب متوطن ضلع کانگڑہ تھے۔ ان کی خواہش تھی۔ کہ بی۔اے تک تعلیم حاصل کریں۔ اس کے لئے ان کو موقع دیا گیا۔ مگر ایف اے کرنیکے بعد ایسے سخت بیمار ہو گئے۔ کہ ان کی جان کے لالے پڑ گئے۔ لمبے عرصہ کے بعد وہ صحت یاب تو ہو گئے۔ مگر صحت کو ایسا دھکا لگا۔ کہ کوئی زیادہ ... مشقت کا کام کرنے کی جرأت نہ کرسکے

اور آزادانہ اپنا تجارتی کاروبار کرنے لگے جس میں اچھی ترقی کی۔ مگر افسوس کہ انقلاب میں ان کا سب کچھ ضائع ہوگیا۔ اور آخر کار نہایت عسرت کی حالت میں جنوری ۱۹۵۱ء میں ماڈل ٹاؤن لاہور میں وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صاحبزادگان نے جن سے ان کے بڑے مخلصانہ تعلقات تھے۔ ان کی بڑی مدد کی۔ اور ان کی مشکلات دور کرنے کی بڑی کوشش کی۔ خدا تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

خلافت ثانیہ کے ابتدائی سالوں میں سالانہ جلسہ مسجد نور میں ہوا کرتا تھا مسجد کے کھلے صحن کے اردگرد گیلریاں بنا دی جاتی تھیں اور جنوب کی طرف سٹیج ہوتی تھی۔ جو جلسہ گاہ سے کچھ اونچی ہوتی۔ اور اس پر تھوڑے سے آدمیوں کے بیٹھنے کی گنجائش ہوتی سا ایک دفعہ سٹیج کھچا کھچ بھر گئی۔ اور میرے لئے وہاں بیٹھ کر تقریر کرنے کی گنجائش نہ رہی۔ میں نے حضور سے عرض کیا۔ اور حضور نے فرمایا۔ میز کے اوپر بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ میں میز کے اوپر چڑھ بیٹھا۔ اور ساری تقریر وہیں بیٹھ کر لکھی اگرچہ سٹیج پر کافی جگہ نکل آئی تھی۔

حضرت میر صاحب نے جو مبلغین کلاس قائم کی تھی۔ پہلے جلسہ سالانہ کے موقع پر اس میں سے ہم دو طلباء کو یعنی مجھے اور مہر محمد خاں کو تقریر کرنے کے لئے پیش کیا گیا۔ اور منظوری حاصل ہوگئی۔ چنانچہ میں نے خلافت کی صداقت پر تقریر کی۔ اتنے مجمع عام میں یہ میری پہلی تقریر تھی۔ اور آخری بھی۔ جلسہ کی روئداد میں میری تقریر کا خلاصہ بھی شائع ہو گیا اس کے بعد نہ تو مجھے تقریر کرنے کی مشق کرنے کا موقع ملا اور نہ میرے دل میں اس کا کچھ شوق تھا۔ مضمون نویسی کی طرف طبیعت مائل رہی۔ اور اسی کے لئے میں نے ساری توجہ مخصوص رکھی۔

نوجوان اپنی زندگیاں خدمت دین کیلئے وقف کریں!

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات بابت مطالبات تحریک جدید میں سے ایک نہایت اہم اور ضروری مطالبہ زندگی وقف کرنے کا ہے۔ حضرت اقدس نے اپنے متعدد خطبات میں اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ اگر کوئی شخص صرف چندہ دے کر یہ سمجھ لیتا ہے کہ اس نے اپنا فرض ادا کردیا ہے تو اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے۔ کیونکہ دنیا کی قوموں میں تبلیغ اور اشاعت کے وسیع کام کو سرانجام دینے کے لئے ہمیں ایسے افراد کی ضرورت ہے۔ جو خدمت دین کے لئے عزم اور جوش کے ساتھ اپنی زندگیاں سلسلہ کے لئے وقف کریں۔ تا ہمیں مخلصین کی ایک ایسی جماعت میسر آجائے۔ جو دلی رغبت اور صحیح جذبہ کے ساتھ سلسلہ کے کم از کم اخراجات پر زیادہ سے زیادہ تبلیغ اور دیگر فرائض ادا کرسکے۔ حضور نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ؎

خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو
اسکے بدلے میں کبھی طالب انعام نہ ہو

احباب جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کو پیشتر ازیں بذریعہ اعلان اس فریضہ کی ادائیگی میں حصہ لینے کے لئے دعوۃ دی جاچکی ہے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مرکز قادیان کو مرکزی دفاتر اور تبلیغی ضروریات کے لئے اس وقت ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ جو حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اسکیم تحریک جدید کے ماتحت اپنی زندگیاں خدمتِ دین کے لئے وقف کریں اور عملی طور پر اس بات کا ثبوت دیں۔ کہ وہ درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہیں۔

پس اس اعلان کے ذریعہ جملہ ایسے احباب کو جو خواہ میٹرک۔ ایف اے۔ یا بی۔ اے پاس ہوں یا ان کے برابر یا اس سے زیادہ تعلیمی معیار رکھتے ہوں کو تحریک کی جاتی ہے۔ کہ وہ حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی زندگیاں خدمت دین کے لئے وقف کریں اور اپنی درخواست تفصیلی کوائف کے ساتھ مقامی امیر یا پریذیڈنٹ کی معرفت مرکز میں بھجوائیں۔

عہدہ داران جماعت و مبلغین صاحبان سے توقع کی جاتی ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے حلقہ جات میں وقف زندگی کی ضرورت اور اہمیت واضح کرکے احمدی نوجوانوں کو اس میں شامل کرنے کی پوری کوشش فرمائیں گے۔

وکیل الاعلیٰ تحریک جدید قادیان

حضرت امام الزمان علیہ السلام کا اپنی جماعت سے خطاب!

فرمایا۔ "اصل توحید کو قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالےٰ کی محبت سے پورا حصہ لو۔ اور یہ محبت ثابت نہیں ہوسکتی۔ جب تک عملی حصہ میں کامل نہ ہو۔ نری زبان سے ثابت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی مصری کا نام لیتا رہے تو کبھی نہیں ہوسکتا کہ وہ شیریں کام ہو جاوے۔ یا اگر زبان سے کسی کی دوستی کا اعتراف اور اقرار کرے اور مصیبت اور وقت پڑنے پر اس کی امداد اور دستگیری سے پہلوتہی کرے تو وہ دوست صادق نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی طرح پر اگر خدا تعالےٰ کی توحید کا نرا زبانی ہی اقرار ہو اور اس کے ساتھ محبت کا بھی زبانی ہی اقرار موجود ہو۔ تو کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ حصہ زبانی اقرار کی بجائے عملی حصہ کو زیادہ چاہتا ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ زبانی اقرار کوئی چیز نہیں ہے نہیں میری غرض یہ ہے کہ زبانی اقرار کے ساتھ عملی تصدیق لازمی ہے۔ اسی لئے ضروری ہے۔ کہ خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرو۔ اور یہی اسلام ہے۔ یہی وہ غرض ہے جس کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے۔ پس جو اس وقت اس چشمہ کے نزدیک نہیں آتا جو خدا تعالےٰ نے اس غرض کے لئے جاری کیا ہے۔ وہ یقیناً بے نصیب رہتا ہے۔ اگر کچھ لینا ہے۔ اور مقصد کو حاصل کرنا ہے۔ تو طالب صادق کو چاہیئے کہ وہ چشمہ کی طرف بڑھے۔ اور آگے قدم رکھے۔ اور اس چشمہ جاری کے کنارے اپنا منہ رکھدے۔ اور یہ نہیں ہوسکتا جب تک خدا تعالےٰ کے سامنے غیرت کا چولہ اتار کر آستانہ ربوبیت پر نہ گر جاوے اور یہ عہد نہ کرے کہ خواہ دنیا کی وجاہت جاتی رہے۔ اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں۔ تو بھی خدا کو نہیں چھوڑے گا۔ اور خدا تعالےٰ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہے گا۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہی عظیم الشان اخلاص تھا کہ بیٹے کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

اسلام کا منشاء یہ ہے کہ بہت سے ابراہیم بنائے۔ پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیئے کہ ابراہیم بنو۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ

ولی پرست نہ بنو بلکہ ولی بنو
اور پیر پرست نہ بنو بلکہ پیر بنو

تم ان راہوں سے آؤ۔ بے شک وہ تنگ راہیں ہیں۔ لیکن ان سے داخل ہو کر راحت اور آرام ملتا ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ اس دروازہ سے بالکل ہلکے ہو کر گذرنا پڑے گا اگر بہت بڑی گٹھڑی سر پر ہو تو مشکل ہے۔ اگر گذرنا چاہتے ہو تو اس گٹھڑی کو جو دنیا کے تعلقات اور دنیا کو دین پر مقدم کرنے کی گٹھڑی ہے پھینک دو۔

ہماری جماعت خدا کو خوش کرنا چاہتی ہے تو اس کو چاہیئے کہ اس کو پھینک دے تم یقیناً یاد رکھو کہ اگر تم میں وفاداری اور اخلاص نہ ہو تو تم جھوٹے ٹھہرو گے۔ اور خدا تعالےٰ کے حضور راستباز نہیں بن سکتے ایسی صورت میں دشمن سے پہلے وہ ہلاک ہوگا جو وفاداری کو چھوڑ کر غداری کی راہ اختیار کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ فریب نہیں کھا سکتا۔ اور نہ کوئی اُسے فریب دے سکتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ تم سچا اخلاص اور صدق پیدا کرو۔ تم پر خدا تعالےٰ کی حجت سب سے بڑھ کر پوری ہوئی ہے۔ تم میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا ہے۔ پس تم خدا تعالےٰ کے الزام کے نیچے ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ تقویٰ اور خشیت تم میں سب سے زیادہ پیدا ہو۔ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں مختلف طریقوں اور پہلوؤں سے اس سلسلہ کی حقانیت کو ثابت کیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ یہانتک کہ ہر ایک قصہ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے مثلاً ذوالقرنین کا قصہ ہے۔ اس میں اسی کی پیشگوئی ہے۔ چنانچہ قرآن شریف کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین مغرب کی طرف گیا تو اُسے سورج غروب ہوتا نظر آیا یعنی تاریکی پائی۔ اور ایک گدلا چشمہ اس نے دیکھا وہاں پر ایک قوم تھی۔ پھر مشرق کی طرف چلتا ہے۔ تو دیکھا کہ ایک ایسی قوم ہے جو کسی اوٹ میں نہیں ہے۔ اور وہ دھوپ سے جلتی ہے۔ تیسری قوم ملی جس نے یاجوج ماجوج سے بچاؤ کی درخواست کی

اب یہ بظاہر تو قصہ ہے۔ لیکن حقیقت میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ جو اس زمانہ سے متعلق ہے۔ خدا تعالےٰ نے بعض حقائق تو کھول دیئے ہیں۔ اور بعض مخفی رکھے ہیں۔ اس لئے کہ انسان اپنے قویٰ سے کام لے اگر انسان نرے منقولات سے کام لے تو وہ انسان نہیں ہوسکتا۔ ذوالقرنین اس لئے نام رکھا کہ وہ دو صدیوں کو پائے گا۔ اب جس زمانہ میں خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ سب صدیوں کو بھی جمع کر دیا۔ کیا یہ انسانی طاقت میں ہے کہ اس طرح پر دو صدیوں کا صاحب ہو جائے۔ ہندوؤں کی صدی بھی پائی۔ اور عیسائیوں کی بھی بمفتی صاحب نے تو کوئی ۱۶ یا ۱۷ صدیاں جمع کر کے دکھائی تھیں۔

غرض ذوالقرنین کے معنے ہیں دو صدیاں پانیوالا۔ اب خدا تعالےٰ نے اس کے لئے تین قوموں کا ذکر کیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ پہلی قوم جو مغرب میں ہے۔ اور آفتاب وہاں غروب ہوتا ہے۔ اور وہ تاریکی کا چشمہ ہے یہ عیسائیوں کی قوم ہے جس کا آفتاب صداقت غروب ہو گیا۔ اور آسمانی حق اور نور ان کے پاس نہیں رہا۔

دوسری قوم اس کے مقابل میں وہ ہے۔ جو آفتاب کے پاس ہے۔ مگر آفتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی یہ مسلمانوں کی قوم ہے جن کے پاس آفتاب صداقت قرآن شریف اس وقت موجود ہے۔ مگر دابۃ الارض نے ان کو بے خبر بنا دیا ہے۔ اور وہ اس سے ان فوائد کو حاصل نہیں کر سکتے۔ بجز جلنے اور دکھ اٹھانے کے جو ظاہر پرستی کی وجہ سے ان پر آیا۔ پس یہ قوم اس طرح پر بے نصیب ہو گئی۔ اب ایک تیسری قوم ہے جس نے ذوالقرنین سے التماس کی کہ یاجوج ماجوج کے درے بند کر دے۔ تاکہ وہ ان کے حملوں سے محفوظ ہو جاویں۔ وہ ہماری قوم ہے جس نے اخلاص اور صدق دل سے مجھے قبول کیا۔ خدا تعالےٰ کی تائیدات سے میں ان حملوں سے اپنی قوم کو محفوظ کر رہا ہوں جو یاجوج ماجوج کر رہے ہیں۔ پس اس وقت خدا تعالےٰ تم کو تیار کر رہا ہے تمہارا فرض ہے کہ سچی توبہ کرو۔ اور اپنی سچائی اور وفاداری سے خدا کو راضی کرو۔ تاکہ تمہارا آفتاب غروب نہ ہو۔ اور نہ تاریکی کے چشمہ کے پاس جانے والے نہ ٹھہرو۔ اور نہ تم ان لوگوں سے بنو۔ جنہوں نے آفتاب سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ پس تم پورا فائدہ حاصل کرو۔ اور پاک چشمہ سے پانی پیو تا خدا تم پر رحم کرے۔

وہ انسان بدقسمت ہوتا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے وعدوں پر ایمان لا کر وفاداری اور صبر کے ساتھ ان کا انتظار نہیں کرتا۔ اور شیطان کے وعدوں کو یقینی سمجھ بیٹھتا ہے۔ اس لئے کبھی بیدل نہ ہو جاؤ۔ اور تنگی اور عسر کی حالت میں گھبراؤ نہیں۔ خدا تعالےٰ خود رزق کے معاملہ میں فرماتا ہے۔ وفی السماء رزقکم وما توعدون

انسان جب خدا کو چھوڑتا ہے تو پھر شیطان کا غلام بن جاتا ہے۔ وہ انسان بہت ہی بڑی ذمہ داری کے نیچے ہوتا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کی آیات اور نشانات کو دیکھ چکا ہو۔ پس کیا تم میں سے کوئی ہے۔ جو یہ کہے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ لاکھوں کروڑوں انسان ان کے گواہ ہیں۔ جو ان نشانوں کی قدر نہیں کرتا۔ اور ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ اس کو دشمن سے پہلے ہلاک کرے گا۔ کیونکہ شدید العقاب بھی ہے جو اپنے آپ کو درست نہیں کرتا۔ وہ نہ صرف اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ بلکہ اپنی بیوی بچوں پر بھی ظلم کرتا ہے۔ کیونکہ جب وہ خود تباہ ہو جاوے گا۔ تو اس کے بیوی بچے بھی ہلاک اور خوار ہوں گے۔ خدا تعالےٰ اس کی طرف اشارہ کر کے فرماتا ہے۔ ولا یخاف عقبٰھا مرد چونکہ الرجال قوامون علی النساء کا مصداق ہے۔ اس لئے اگر وہ لعنت لیتا ہے۔ تو وہ لعنت بیوی بچوں کو بھی دیتا ہے اور اگر برکت پاتا ہے تو ہمسائیوں اور شہر والوں تک کو بھی دیتا ہے۔"

(تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء)

درخواست ہائے دعا

۱۔ خاکسار کی والدہ صاحبہ محترمہ بیمار ہیں صحت یابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

منظور احمد خیر کارکن دفتر مینیجر بدر قادیان

۲۔ میرے والد بزرگوار پاؤں کی ہڈی ٹوٹ جانے کی وجہ سے بیمار ہیں۔ بخار اور کمزوری کی شکایت ہے۔ حیدر آباد میں زیر علاج ہیں صحت کی درخواست ہے۔ مبارک احمد حیدر آباد دکن

۳۔ بھائی محمد لطیف صاحب آف کانپور آجکل بعض سخت پریشانیوں میں مبتلا ہیں نیز اُن کے بھانجے آف اوکاڑہ کی شنوائی بسبب غلط ٹیکا لگنے کے بالکل جاتی رہی ہے علاج کر رہے ہیں۔ مکرمی بھائی صاحب موصوف کی جملہ پریشانیوں کے ازالہ کیلئے اور انکے بھانجے کی کامل شفایابی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

سید شہامت علی قادیان

چھتیس ۳۶ سال قادیان میں

از جناب خواجہ غلام نبی صاحب سابق ایڈیٹر اخبار الفضل

(۶)

اخبار نویسی سیکھنے کا شرف

جس وقت میں نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں وہ عریضہ لکھا جس میں اپنے آپ کو "الفضل" کے لئے وقف کیا۔ اس وقت میں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کی جماعت مبلغین میں ہی پڑھتا تھا۔ اور الفضل کے دفتر میں چھوٹا موٹا کام بھی کرتا تھا پھر جب مبلغین کی جماعت باقاعدہ بنائی گئی۔ تو حضور نے مجھے اس میں داخل ہونے کا ارشاد فرمایا۔ اس میں چونکہ مصروفیت بہت زیادہ تھی "الفضل" میں کام کرنے خاص کر درس القرآن اور خطبات وغیرہ لکھنے کے لئے وقت نہ ملتا تھا اس لئے کچھ عرصہ کے بعد مجھے واپس الفضل میں لے لیا گیا۔ اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے باوجود نہایت اہم مہمات میں مصروف ہونے کے مجھے اپنی خاص توجہ اور نوازش سے حصہ عنایت فرمانا شروع کر دیا۔

ان دنوں حضور تحریر کا کام اس کمرہ میں بیٹھ کر جو مسجد مبارک کے بالکل قریب ہے۔ اور گول کمرہ کہلاتا ہے۔ کیا کرتے تھے۔ حضور مجھے وہاں طلب فرما لیتے۔ اور کسی مضمون کے متعلق نوٹ لکھا کر فرماتے۔ کہ اس مضمون کو پھیلا کر اور مفصل طور پر مرتب کر کے لاؤ۔ میں پنسل سے نوٹ جلدی جلدی لکھ لیتا۔ اور دفتر میں آکر ان کی بنا پر مضمون لکھنے کی کوشش کرتا۔ اور اگلے دن حضور کی خدمت اقدس میں پیش کر دیتا حضور اس کی اصلاح فرما دیتے۔ اور مضمون الفضل میں شائع کر دیا جاتا۔

ذرا حضور کی مصروفیات پر غور فرمایئے قیام خلافت کا بالکل قریب کا زمانہ تھا۔ اندرونی اور بیرونی مخالفت سخت زوروں پر تھی۔ اندرونی مخالفوں پر اگرچہ یہ حقیقت روز بروز کھلتی جا رہی تھی۔ کہ جماعت میں ان کی کیا حقیقت ہے۔ اور ان کی باتوں کو کیا وقعت دی جاتی ہے۔ تاہم انہیں زعم تھا۔ کہ حضرت امیر المومنین جوان کے مقابلہ میں بچہ ہیں۔ ان کی تجربہ کارانہ تجاویز اور جوڑ توڑ کے سامنے نہیں ٹھہر سکینگے اور جماعت آپ کو چھوڑ کر ان لوگوں کے پیچھے چلنے پر مجبور ہو جائے گی۔ اس وجہ سے وہ نت نئی شرارتیں اور فتنہ انگیزیاں ایجاد کرتے رہتے تھے۔ ادھر بیرونی مخالف یہ خیال کرتے تھے۔ کہ جماعت احمدیہ کو ختم کرنے کا یہی وقت ہے۔ ایک تو ان کے گھر میں پھوٹ پڑ چکی ہے۔ دوسرے ایک نوجوان اور ناتجربہ کار کے لئے یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ جماعت کو سنبھال سکے۔ مولوی نورالدین ہی تھے۔ جنہوں نے جماعت کو قائم رکھا۔ یہ سمجھ کر وہ بھی اپنا پورا زور صرف کر رہے تھے۔ اور دن رات کا شاذ ہی کوئی لمحہ ایسا ہو۔ جبکہ کوئی نہ کوئی تشویشناک اطلاع نہ پہنچتی ہو۔ علاوہ ازیں جماعت کا اندرونی انتظام اور اہتمام بھی بالکل نیا نیا تھا۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے حضور مجھ ایسے کو دن کو اخبار نویسی سکھاتے اور مضمون نویسی کی مشق کرانے کے لئے بھی وقت نکال لیا کرتے مجھے ابتدا میں قریباً ہر روز یہ خطرہ رہتا۔ کہ حضور میری کسی غلطی اور کوتاہی سے کبیدہ خاطر ہو کر مجھے اس شرف سے محروم ہی نہ کر دیں۔ لیکن مجھ سے غلطی پر غلطی سرزد ہوتی اور حضور شفقت پر شفقت اور نوازش پر نوازش فرماتے۔ مجھ سے غلطیاں ہی نہیں بلکہ مضحکہ خیز غلطیاں بھی سرزد ہوتیں۔ مگر کبھی حضور نے مجھے سرزنش تک نہ فرمائی۔ کبھی میں نے آپ کے چہرہ پر ملال تک نہ دیکھا۔ نہایت نرمی اور شفقت سے مسکراتے ہوئے سمجھاتے اور اصلاح فرما دیتے۔ کوئی زیادہ فاش غلطی ہوتی۔ تو لطیفہ کے طور پر اس کا ذکر فرماتے۔ اور باتوں باتوں میں سب کچھ سمجھا دیتے۔ کبھی لکھتے لکھتے میری پنسل گھس جاتی یا ٹوٹ جاتی۔ تو اپنے پاس سے قلم یا پنسل عنائت فرما دیتے۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو ایسے مشفقانہ انداز سے سمجھاتے کہ دل پرنقش ہو جاتی۔ مجھے نوٹ لکھانے کے دوران حضور مطالعہ اور تحریر کے دوسرے کاموں میں بھی مصروف رہتے۔ حضور کا معمول تھا۔ کہ لکیردار اعلےٰ قسم کے فلسکیپ سائز کے دوہرے تختہ کے احتیاط سے سرے ملاتے۔ اسوقت مجھے حیرت ہوتی۔ کہ حضور کاغذ کے سرے ملانے اور شکن ڈالنے میں اتنی احتیاط کیوں کرتے ہیں) درمیان میں شکن ڈالتے۔ اور پھر نصف حصہ خالی چھوڑ کر نصف حصہ پر مضمون رقم فرماتے۔ مجھے بھی ایسا ہی کرنے کی ہدائیت تھی۔ اور میں ہمیشہ اس پر کاربند رہا۔ اس وقت بھی جب مجھے مضمون لکھ کر اس کی اصلاح حضور سے کرانی ہوتی۔ اور اس وقت بھی جب مجھے لکھنے کے بعد اس کی خود نظر ثانی کرنے کی بھی فرصت نہ ہوتی۔ اور کاتب کے ہاتھ میں دینا ہوتا۔

اگرچہ حضور کے لکھائے ہوئے نوٹوں کی بنا پر مضمون مرتب کرنے کا سلسلہ زیادہ عرصہ تک جاری نہ رہ سکا۔ اور جاری رہ بھی کس طرح سکتا۔ جب کہ حضور کی مصروفیات حدود حساب سے باہر تھیں۔ تاہم حضور وقتاً فوقتاً اس شفقت سے مجھے نوازتے رہے۔ اور اس طرح مجھے مضمون نویسی کی وہ تربیت حاصل ہوئی جس نے مجھے بڑا ہی فائدہ پہنچایا۔ اور شاید میں اس میں منفرد تھا۔ اور خدا تعالےٰ نے مجھے جتنا عرصہ اسی کام لینے کی توفیق بخشی اس میں تو یقیناً منفرد ہوں۔ الحمد للہ۔

جیسا کہ میں کسی جگہ ذکر کر چکا ہوں۔ ابتداء میں مجھے اخبار "زمیندار" اور "الہلال" پڑھنے کا زیادہ موقعہ ملا۔ اسوقت میں یہ کوشش کرتا۔ کہ ان کے ڈھنگ کے الفاظ اور تراکیب خود بھی استعمال کروں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ جب التزام کیساتھ میرے مضامین کی اصلاح فرمانے لگے۔ تو ایک دن حضور نے مجھے یہ نصیحت فرمائی۔ کہ مشکل الفاظ اور پیچیدہ تراکیب میں پڑنے کی وجہ سے تم سلیس اردو لکھنے کے قابل نہ ہو سکو گے۔ تم سادگی اور بے تکلفی سے مافی الضمیر ادا کرنے کی عادت ڈالو۔ اس کے بعد مقفیٰ عبارت لکھنا خود آجاتا ہے۔ اس پر میں نے اپنا طرز بدلنے اور سادگی و سلاست سے لکھنے کی کوشش شروع کر دی پہلی عادت کے ماتحت اگر کوئی ثقیل لفظ یا پیچیدہ فقرہ قلم سے نکل جاتا تو قطع نظر اس کے کہ وہ برمحل ہوتا یا بے محل۔ اور درست ہوتا یا غلط۔ حضور مضمون ملاحظہ فرماتے ہوئے اسے قلم زن فرما دیتے۔ اس طرح مجھے سادگی اور سلاست سے اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کی تربیت حاصل ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد حضور نے ایک مجلس میں فرمایا۔ غلام نبی کو ثقیل فقرے لکھنے کا بڑا شوق تھا۔ لیکن میں نے اس کے اس شوق کو اس قدر دبایا۔ کہ اب اس کی تحریر بہت سادہ ہو گئی ہے۔

میرے علاوہ حضور نے چند اور اصحاب کو بھی "الفضل" میں کام کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ ایک تو نیاز احمد صاحب ہی تھے۔ وہ مدرسہ احمدیہ میں پڑھتے تھے۔ مکرم قاضی اکمل صاحب کے رشتہ دار تھے۔ اور "الفضل" کے اجراء کے وقت ہی ان کو چھوٹا موٹا کام کرنے پر دفتر میں لگا لیا گیا تھا۔ اخبار کی کاپیاں پڑھتے اور مضمون نویسی کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن بعد میں الفضل کو چھوڑ کر چلے گئے۔ ایک اور صاحب میرے ہی ہم عمر مالیر کوٹلہ کے میر محمد خاں تھے۔ ان کو بھی ابتداء میں ہی کام سیکھنے پر لگایا گیا۔ پھر ان کو مبلغین کی جماعت میں داخل کر دیا۔ اور جب یہ جماعت ختم ہو گئی۔ تو وہ مبلغ کے طور پر لگائے گئے۔ اور جب "الفضل" کا کام میرے سپرد ہوا۔ تو میں نے کوشش کر کے نائب کے طور پر ان کو الفضل میں لے لیا۔ انہوں نے کافی عرصہ میرے ساتھ کام کیا۔ جذباتی سے آدمی تھے۔ نمائش اور خودستائی کو بہت پسند کرتے تھے۔ آخر بدقسمتی سے بہائیت کے جال میں پھنس گئے۔ اور خفیہ طور پر بہائیت کے ہتھکنڈوں سے کام لینے لگا۔ راز ظاہر ہو گیا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے میر محمد کو معہ اسکے دو ساتھیوں کے جن کا سرغنہ ایک دیوبندی مولوی تھا۔ جو چند سال سے جماعت احمدیہ میں فتنہ پھیلانے کے لئے خفیہ طور پر داخل ہو چکا تھا۔ قادیان سے چلے جانے کے لئے کہہ دیا۔

میر محمد خاں پر حضرت امیر المومنین اور سلسلہ کے اور کئی بزرگوں کے بڑے احسان تھے۔ مگر اس نے اپنی بدقسمتی سے سب کو فراموش کر دیا۔ وہ سخت مفلوک الحالی کی حالت میں حضرت نواب محمد علی خاں کے ہاں آیا۔ آپ نے اسے ملازم رکھا۔ اور تعلیم پانے کا انتظام کر دیا۔ اسی سلسلہ میں اسے سلسلہ کا کارکن مقرر کرا دیا۔ وقتاً فوقتاً مادی امداد دیتے رہتے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے نہایت قیمتی سکنی زمین ایک کنال مفت عطا کر دی۔ اور پھر جبکہ جب وہ قادیان چھوڑ کر گیا۔ تو اس زمین کی نقد قیمت اپنی گرہ سے دے دی۔ اور مجھے فرمایا ہم جو چیز دے چکے تھے۔ وہ واپس نہیں لینا چاہئے۔ جتنی قیمت پر اس وقت وہ زمین بک سکتی ہے۔ وہ ہم نے نقد دے دی ہے۔

۲۔ ایک نہایت سعید نوجوان جنہیں الفضل میں لگایا گیا۔ انکا نام مولوی عبید اللہ صاحب ابن مولوی غلام رسول صاحب وزیر آبادی تھا۔ یہ بڑے دیندار اور مدرسہ احمدیہ کے فارغ التحصیل ہوشیار نوجوان تھے۔ چونکہ اسوقت مبلغین کی بڑی قلت تھی۔ جب ماریشس میں دوسرا مبلغ بھیجنے کی ضرورت محسوس کی گئی تو حضرت امیر المومنین نے ان کو تجویز فرمایا۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کی اہلیہ محترمہ کو ان کے والد صاحب وہاں پہنچا آئے۔ (باقی صفحہ کالم نمبر ۴ پر ملاحظہ ہو)

زندہ خدا = زندہ رسول = زندہ مذہب

وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ان اللہ یسمع من یشاء
وما انت بمسمع من فی القبور ۝ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ
اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ بالحق بشیراً وَّ نذیراً و ان مِّنْ اُمَّۃٍ
اِلَّا خلا فیھا نذیرٌ ۝ (فاطر ع ۳)

(۱)

زندگی حرکت کا نام ہے۔ اور سکون موت کی علامت ہے۔ زندہ چیز اپنی زندگی کا خود ثبوت دیتی ہے۔ ہم اپنے روزمرہ محاورہ میں کہتے ہیں۔ یہ دوا اچھی ہے۔ اور یہ مر چکی ہے۔ اس لئے کہ اچھی دوا تاثیر رکھتی ہے۔ اور مردہ دوائی کچھ اثر نہیں رکھتی۔

اگرچہ ہر چیز کی زندگی اور اُس کی موت اپنے اپنے دائرہ کے لحاظ سے مختلف ہے۔ لیکن سب اسی نقطۂ مرکزی پر آ کر جمع ہوتی ہیں۔ کہ زندگی اپنا اثر ظاہر کرتی ہے۔ اور موت بے اثر و بلا تاثیر ہوتی ہے۔

پھر زندگی کی کشمکش میں ہر فرد اس بات میں کوشاں نظر آتا ہے۔ کہ کسی نہ کسی طریق سے اُس کی زندگی پورے امن۔ چین اور سکھ کے ساتھ بسر ہو۔ اور جوں جوں کسی کی قوت و شوکت بڑھتی جاتی ہے۔ اُس کی سعی اور کوشش کا دائرہ بھی وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔

معدود سے چند افراد کو چھوڑ کر دنیا کا ہر شخص خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ اس بات پر اتفاق رکھتا ہے۔ کہ ہماری اس زندگی کے بعد بھی کوئی زندگی ہے۔ اور پھر اپنے اپنے طور پر ہر ایک ہی اس کوشش میں ہے۔ کہ کسی نہ کسی طریق سے اپنی آنیوالی زندگی کو امن و سکون والی زندگی بنائے۔

یہی وجہ ہے کہ باوجود زندگی میں کئی قسم کی مشکلات اور صعوبتیں برداشت کرنے کے طبعی طور پر ہر انسان کسی ایسی چیز کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ جو اُسے کامل سکون اور اطمینان بخشے اور اُس کے دل کو قرار اور چین عطا کرے۔ یہ فطرتی جستجو اُس زندہ خدا کی طلب ہے۔ جو ہمارا خالق و مالک اور ہمارے دل کا سکون اور حقیقی اطمینان ہے۔ فطرتِ انسانی اپنے محسن کی قدر کرتی اور اپنے ساتھ حسن سلوک کرنے والے کو عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے پھر عدم سے وجود بخشنے والی ہستی اور ہر آن پالنے اور سہارا دینے والی ذات سے روگردانی کیسے اختیار کر سکتی ہے۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انسانی زندگی اپنے اندر کچھ مدعا اور مقصد رکھتی ہے اور یہ مقصد اپنے خالق و مالک کی خوشنودی اور اُس کی رضا حاصل کرنا اور اُس سے تعلق پیدا کرنا ہے۔

کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ آخر خدا سے تعلق پیدا کرنے میں کیا فائدہ ہے۔ اور اُسے چھوڑنے میں کیا نقصان؟

سو واضح ہو کہ زندہ خدا پر ایمان لانا بہت سے فوائد بخشتا ہے۔ اور اُسے ترک کرنا بہت سے نقصانات اور خسران کا موجب ہے۔

اس وقت دنیا میں ہر فرد بشر کی زبان پر امن امن کی پکار ہے۔ اور یہ بات تعجب انگیز ہے۔ کہ ایک طرف یہی دنیا ترقی اور تہذیب کے میدان میں پہلوں سے سبقت لے جانے کی دعویدار ہے۔ مگر دوسری طرف اُس کی تمام ترقیات بجائے امن اور سلامتی کا رستہ ہموار کرنے کی تباہی اور بربادی کی سکیمیں بنا رہی ہیں۔ سائنس کی ترقی اور مختلف النوع ایجادات اپنے اندر نئی نئی تباہ کاریاں چھپائے ہوئے ہیں۔ تعجب کا مقام ہے۔ کہ ہر ایک سیاستدان اگر اندر ہی اندر مخفی طور پر سامان جنگ فراہم کرنے میں مشغول ہے تو منہ سے امن امن کی صدا بھی بلند کر رہا ہے!!

دنیا حیران ہے کہ وہ چیز جسے امن اور سلامتی کہا جاتا ہے۔ اہل دنیا کے درمیان سے کیسے کھوئی گئی۔ اور اب کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ باوجود امن کے حصول کی شدید تڑپ کے صحیح رنگ میں جدوجہد نہیں کی جاتی۔ اور ایسے طریق اختیار کئے جاتے ہیں۔ جو بجائے امن بخش ہونے کے باہمی تنافر و تباغض کی آگ مشتعل کر رہے ہیں۔

اس کی تمام تر وجہ یہی ہے کہ ہر شخص اور ہر قوم اپنے لئے اور اپنے متعلقین کے لئے تو امن و سلامتی چاہتا ہے۔ لیکن غیروں کے لئے ہاں اپنے جیسے دوسرے بنی نوع کے لئے امن و سلامتی اور سکھ اور اطمینان نہیں چاہتا اور نہ اس کے لئے خلوص دل سے جدوجہد کرتا ہے؟ بلکہ ہر ملک کا باشندہ ہر قوم کا فرد اپنے اپنے دائرہ میں اپنے ہی مفاد کی خاطر غور و فکر کرتا ہے۔ اگر وسیع نظریہ کے ماتحت غور و تدبر کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس میں کامیابی نہ ہو۔

پس عالمگیر امن قائم کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ عالمگیر اخوت و محبت کے خیالات کو دل و دماغ میں جگہ مل جائے۔ اور وسیع بنیادوں پر تعلقات استوار کئے جائیں۔ اور ایسے ذرائع سوچے جائیں۔ جن سے عالمگیر الفت و محبت بڑھے اور ایک دوسرے سے بُعد اور دوری کی خلیج کم ہو۔ بس عالمگیر اخوت کے لئے ایک زندہ خدا پر ایمان لانے کے نظریہ کے سوا کوئی مفید اور کارآمد نظریہ نہیں ہو سکتا۔ جب اس بات کا یقین کر لیا جائے۔ کہ

"ہم سب لوگ باوجود اپنے کثیر التعداد اور گوناگوں اختلافات کے ایک واحد نا درود منفرد مدرک بالارادہ خدا کی مخلوق و مملوک ہیں۔ اور ہم سب کا ملجاء و ماویٰ وہی یکتا ہستی ہے جس کے قبضہ تصرف سے دنیا کی کوئی چیز باہر نہیں۔ اور وہ ہر آن ہمارے سروں پر زندہ سلامت موجود ہے۔

تو اس قسم کا ایمان تمام بنی نوع انسان کو فوراً بھائی بھائی بنا کر ایک صف میں کھڑا کر دیتا ہے۔ اور اس یقین کے پیدا ہوتے ہی دل کی تمام کدورتیں اور کینے اور باہم بغض و عداوت کے خیالات کافور ہو کر اس کی جگہ محبت و اخوت اور ایک دوسرے کے لئے ہمدردی اور قربانی کے جذبات پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ زندہ خدا پر ایمان لانا بالکل ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ اپنے آپ کو ایک ماں باپ کی اولاد سمجھنا۔ اسی لئے حضرت بانیٔ اسلام نے کہا ہے کہ:۔

اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ۔

تمام مخلوق خدا کا عیال ہے یعنی ہر شخص کو اپنے بنی نوع کے ساتھ ایسے ہی محبت و اُلفت کے تعلقات رکھنے چاہئیں جس طرح ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچوں کو ایک دوسرے سے محبت ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں برابر شریک ہوتے اور اُسے دور کرنے میں طبعی جوش کے ماتحت کام لیتے ہیں۔

اس وقت اس بات کی بڑی ضرورت ہے۔ کہ عالمگیر امن اور سلامتی کا دروازہ کھولا جائے۔ مگر وہ دروازہ نہیں کھل سکتا جب تک تمام بنی نوع انسان ایک دوسرے کے ایسے ہمدرد نہ بن جائیں جیسے ایک خاندان کے سب افراد اور باہمی محبت و الفت کا رشتہ اس قدر مضبوط نہ ہو جائے جو ہر قسم کے حسد و تعصب کو بکلی معدوم کر دے۔

پس زندہ خدا پر ایمان لانا اور ایک زندہ ہستی پر یقین رکھنا ازبس ضروری ہے تا تمام دنیا امن و سلامتی کا منہ دیکھے اور آئے دن کی تباہی اور بربادی سے نجات پائے۔

دوسرا فائدہ زندہ خدا پر ایمان لانے کا یہ ہے کہ اس کے ساتھ اخلاق کا معیار قائم و بلند ہوتا ہے۔

آج دنیا طرح طرح کی بدیوں اور بداعمالیوں کی مرتکب ہے۔ کوئی بُرا فعل نہیں جس کے ارتکاب سے کبھی کو شرم و حیا ہو۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ وہ کون سا معیار ہے۔ جس کی رُو سے ہم اس بات کا فیصلہ کریں۔ کہ فلاں فعل اچھا ہے۔ اور فلاں بُرا۔ کیونکہ بعض افعال ایک طبقہ کے نزدیک اچھے سمجھے جاتے ہیں۔ اور دوسرے طبقہ کے نزدیک بُرے۔ ایک شخص دوسرے کے مال کو بلا اجازت اپنے مصرف میں لانا کچھ بُرا نہیں سمجھتا۔ مگر دوسرا اسی چیز کو حد درجہ ناپاک و گندا خیال کرتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص ایک غیر عورت کے ساتھ خلوت میں بات چیت کرنا بھی نادرست قرار دیتا ہے۔ تو دوسرا نہ صرف خلوت میں بات چیت بلکہ برسرِ عام بوس و کنار کو بھی باعثِ عار نہیں سمجھتا۔

ان حالات میں ہم کس طرح فیصلہ کریں کہ سب کے سب لوگ متحد الخیال ہو جائیں۔ اور سب ہی ایک چیز کو بُرا سمجھیں اور دوسری کو اچھا بالخصوص جبکہ یہی ادنےٰ ادنےٰ اختلافات بڑے بڑے فسادات کا موجب بن جاتے ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو یہ چیز بھی ہمیں خدائے واحد پر ایمان لائے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان اپنے وجود کا آپ خالق نہیں کہ اپنے اخلاق کے معیار کے لئے خود ہی سوچ بچار کرے۔ اور اس بات کی تلاش میں اپنی توجہ صرف کرے کہ اس کے لئے کون سا فعل اور کونسا طریق اچھا سمجھنا چاہئیے۔ بلکہ وہ تو ایک بالا ہستی کا پیدا کردہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں انسان کے لئے اس ہستی کے سوا اور کوئی نمونہ قابل تقلید نہیں ہو سکتا۔ اور اُس کے اخلاق کا معیار سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اپنے آپ کو اپنے خالق و مالک کی صفات کے رنگ میں رنگین کرے۔ اسی لئے اسلام کہتا ہے:۔

"تخلقوا باخلاق اللّٰہ"

کہ اے لوگو! تم اپنے اخلاق خدا کے اخلاق کے مطابق بناؤ۔

اس کا مطلب یہی ہے کہ ان کی فطرت میں بعض ایسے قویٰ ودیعت کئے گئے ہیں۔ جو دراصل خدا کی صفات کا ظل ہیں۔ اور خدا کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق اُن کا صحیح استعمال ایک اعلیٰ خلق ہے۔ مثال کے طور پر ہر انسان کے اندر رحم کا مادہ پایا جاتا ہے۔ اس کا صحیح استعمال ایک اعلیٰ خلق ہے۔ مگر یہ اعلیٰ خلق اُسوقت اعلیٰ کہلائے گا جبکہ خدا کے بتلائے ہوئے طریق پر رحم کیا جائے۔ اسی طرح محبت کا فطری جذبہ ہے۔ وہ بھی اُسی صورت میں اعلیٰ اخلاق میں شمار ہو سکتا ہے۔ جبکہ صحیح رنگ میں استعمال ہو کہ خدا کے بتلائے ہوئے طریق پر کسی چیز سے محبت کا رشتہ قائم کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔

اب دیکھو اس نظریہ کے ساتھ تمام دنیا کے اخلاق ایک ضابطہ کے ماتحت آ کر وہ تمام اختلافات و فسادات مٹ جاتے ہیں۔ جو اس وقت ایک دنیا کی پریشانی کا موجب بنے ہوئے ہیں۔

نہ صرف یہ۔ بلکہ زندہ خدا پر ایمان انسان کو بدی سے روکنے اور نیکی کی طرف رغبت دلانے کا بڑا مؤثر ذریعہ ہے۔ کیونکہ جو شخص زندہ خدا پر ایمان لاتا ہے۔ وہ خدا کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب بھی یقین کرتا ہے۔ اور ہر دم اُسے یہ خیال رہتا ہے کہ اگر میں نے اس کے بتائے ہوئے طریق کے خلاف کوئی فعل کیا تو میری یہ حرکت اُس کی ناراضگی کا موجب ہو گی۔ اور اس کی سزا مجھے بھگتنی پڑے گی۔ اور اگر میں نے اس بدی سے اجتناب کیا تو یہ چیز اُس کی خوشنودی اور رضاء کا موجب ہو کر میرے لئے فائدہ مند ثابت ہو گی۔ اور مجھے انعام و اکرام کا حقدار بنا دے گی۔ ہر انسان کے اندر اسی قسم کا خیال پیدا ہو جانا اُسے ہر وقت نیکی کی طرف مائل رکھتا اور بدی سے دور رکھتا ہے۔

ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر آدمی پر پولیس مین (police man) تو ہر وقت مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کو ایسے اعتقادات سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔ ان کے اندر سے نیکی اور بدی کا احساس ہی مٹ جاتا ہے مثال کے طور پر ہم اپنے ملک میں چور بازاری یا خالص چیزوں میں ملاوٹ کے معاملہ کو دیکھتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ حکومت کی طرف سے بڑے محکم قوانین موجود ہیں اور ان کے ماتحت آئے دن متعدد اشخاص کو سزائیں بھی ملتی رہتی ہیں۔ مگر کیا چور بازاری یا ملاوٹ کی شکایات کم ہوئی ہیں؟ اگر انہیں چور بازاری کرنے والوں وغیرہ کو یہ یقین ہو کہ ہمارے اوپر ایک ایسی ہستی بھی نگرانی کر رہی ہے۔ جس سے کوئی چیز مخفی نہیں تو جب وہ اپنے خلوت خانوں میں ایسی کارروائیاں کر رہے ہوتے ہیں عین اُسوقت وہ اپنے اس بُرے فعل سے رُک جائیں اور مخلوقِ خدا کو سستے داموں جملہ اشیاء دستیاب ہوں اور خالص چیزوں کے استعمال سے اُن کی صحت و توانائی بڑھے۔

دنیوی حکومت کا کوئی قانون اس یقین اور اعتقاد سے بڑھ کر بنی نوع انسان کے حقوق کی حفاظت نہیں کر سکتا جو زندہ خدا کی ہستی پر ایمان لانے سے پیدا ہوتا ہے ؎

جب تک خدائے زندہ کی تم کو خبر نہیں
بے قید اور دلیر ہو کچھ دل میں ڈر نہیں

چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

"انسان کو سچی پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ اس زندہ خدا کا اُسے پتہ لگ جائے جو نافرمان کو ایک دم ہلاک کر سکتا ہے۔ اور جس کی رضا کے نیچے چلنا ایک نقد بہشت ہے"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۴۹)

اگر کہا جائے کہ زندہ خدا سے کیا مراد ہے؟ جس پر ایمان لانا انسان کو سچی پاکیزگی اور اچھے اخلاق پر قائم کرتا ہے۔

تو واضح ہو کہ زندہ خدا سے مراد اُس ہستی پر اعتقاد و یقین ہے۔ جو اپنے اندر کامل زندگی کے اوصاف رکھتی ہو۔ وہ جمیع کائنات کی خالق و مالک ہونے کے بعد اُن کی ہر آن نگرانی کرتی اور ان کی ربوبیت کے سامان بہم پہنچاتی ہو۔ نہ صرف اُس کی خلقت کے وقت بلکہ ایک زمانہ پیشتر ہی اپنے مخفی در مخفی اسرار کے ماتحت اُس کی پرورش کے لئے سامان تیار رکھے ہوں۔ اور پھر بعد اُس کی پیدائش کے اس کے اعمال کے مطابق اُس کے نتائج بھی ساتھ کے ساتھ مترتب کرتی جاتی ہو۔ اُسے اپنی مخلوق کے بارہ میں کامل اختیارات حاصل ہوں۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے فرمایا ہے کہ:-

"وہ زندہ خدا جو قادرانہ نشانوں کی شعاعیں اپنے اندر رکھتا ہے اور اپنی ہستی کو تازہ بتازہ معجزات اور طاقتوں سے ثابت کرتا رہتا ہے۔ وہ ہے جس کا پانا اور دریافت کرنا گناہ سے روکتا ہے اور سچی سکینت اور روشنی اور تسلی بخشتا ہے۔ اور استقامت اور دلی بہادری عطا فرماتا ہے۔ وہ آگ بن کر گناہوں کو جلا دیتا ہے۔ اور پانی بن کر دنیا پرستی کی خواہشوں کو دھو ڈالتا ہے"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۱)

آپؑ نے فرمایا ہے

ہے دین وہی جس کا خدا آپ ہو عیاں
خود اپنی قدرتوں سے دکھاوے کہ ہے کہاں

الغرض اسلام کے نزدیک زندہ خدا وہ ہے۔ جو اپنے بندے سے ہم کلام ہوتا ہے۔ پکارنے والے کی دعا سنتا اور اُسے قبول کرتا ہے۔ اُس کے دکھ درد کو دور کر کے اُسے فائدہ پہنچاتا ہے۔ جیسے قرآن پاک نے فرمایا:-

اَمَّن یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ (النمل ع۵ پ۲۰)

(یعنی کیا وہ سچا خدا نہیں) جو لاچار کی آہ و پکار سنتا اور اُس کی تکلیف کو دور کرتا ہے؟)

اسی طرح قرآن پاک میں آتا ہے۔ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے چند روز کے لئے غیر حاضر ہوئے اور اُن کی غیر حاضری میں سامری نے بنی اسرائیل کے زیورات سے ایک بچھڑا بنا کر پیش کیا اور کہا کہ یہ تمہارا خدا ہے تو اس بچھڑے کے معبود حقیقی اور زندہ خدا نہ ہونے کے ثبوت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا:-

اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْھِمْ قَوْلًا وَّلَا یَمْلِکُ لَھُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا۔ (طٰہٰ ع۴)

یعنی ان کا بھی عجب حال ہے۔ وہ اپنے معبود کو ہی دیکھیں اور خود بتائیں کیا وہ ان کی بات کا جواب دیتا ہے؟ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اُن کے ضرر اور نفع کا بھی مالک نہیں!!

بہر حال اسلام کے نزدیک زندہ خدا کی علامت یہ ہے کہ اس میں زندگی کا کرشمہ موجود ہو۔ یعنی

۱۔ وہ اپنے عبادت گذاروں کی بات سن سکتا ہو۔
۲۔ اُن کی بات کا جواب بھی دینے پر قادر ہو۔
۳۔ بلکہ اپنی قادرانہ تجلی سے قدرت نمائی کرنے اور خرق العادت طاقت کے ساتھ اُن کی جملہ تکالیف کو دور کر کے اُنہیں فائدہ پہنچانے یا اُن کے دشمنوں کی سزا دہی پر قادر ہو۔
۴۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ زندہ خدا اپنے زندگی بخش کلام سے بہرہ ور فرمائے اپنے زندہ ہونے کا ثبوت ان الہامات و تائیدات سے دے جو اُس کے خاص الخاص بندوں پر ظاہر ہوتی ہیں۔

ان تمام باتوں کو نہایت جامع طریق پر حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:-

"وہ خدا سچا خدا نہیں۔ جو خاموش ہے اور سارا مدار ہماری اٹکلوں پر ہے۔ بلکہ کامل اور زندہ خدا وہ ہے۔ جو اپنے وجود کا پتہ دیتا رہا۔ اور اب بھی اُس نے یہی چاہا کہ آپ اپنے وجود کا پتہ دیوے۔ آسمانی کھڑکیاں کھلنے کو ہیں عنقریب صبح صادق ہونیوالی ہے۔ مبارک وہ جو اُٹھ بیٹھیں اور اپنے سچے خدا کو ڈھونڈیں"

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص۱۲۴)

چونکہ خدا کا مکالمہ مخاطبہ اور الہام زندہ اور مردہ خدا کے درمیان ایک امتیازی نشان ہے۔ اسلئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسجگہ الہام کی تھوڑی وضاحت کر دی جائے چنانچہ اس کی تشریح بھی حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام ہی کے الفاظ میں سنئے:-

"وَلَا یُنَبِّئُکَ مِثْلُ خَبِیْرٍ")

"یاد رہے الہام کے لفظ سے اس جگہ یہ مراد نہیں کہ سوچ اور فکر کی کوئی بات دل میں پڑ جائے جیسا کہ جب شاعر شعر کے بنانے میں کوشش کرتا ہے۔ یا ایک مصرعہ بنا کر دوسرا سوچتا رہتا ہے تو دوسرا مصرعہ دل میں پڑتا ہے۔ سو یہ دل میں پڑ جانا الہام نہیں۔ بلکہ یہ خدا کے قانون قدرت کے موافق اپنے فکر اور سوچ کا ایک نتیجہ ہے"۔ . .

. . . .

. . . .

"الہام کیا چیز ہے وہ پاک اور قادر خدا کا ایک برگزیدہ بندہ کے ساتھ یا اُس کے ساتھ جس کو برگزیدہ کرنا چاہے۔ ایک زندہ اور با قدرت کلام کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ ہے"۔ . . . .

فرمایا" خدا کے الہام میں ضروری ہے کہ جس طرح ایک دوست دوسرے دوست سے مکر باہم ہمکلام ہوتا ہے اسی طرح رب ۲۲ اور اس کے بندے میں ہمکلامی واقع ہو۔ اور جب وہ کسی امر میں سوال کرے تو اُس کے جواب میں ایک کلام لذیذ و فصیح خدا تعالیٰ کی طرف سے . . .

[illegible] محمد حفیظ صاحب بقاپوری [illegible]

جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان اور ان کی مالی ذمہ واریاں

یکم مئی ۱۹۵۱ء سے ۳۰ اپریل ۱۹۵۲ء تک جماعتوں کے بجٹ اور ان کی طرف سے اس کے مقابل پر موصول شدہ چندوں اور ۵۲-۱۹۵۱ کو جو بقایاجات ان کے ذمہ رہ جاتا ہے۔ اس کی فہرست جملہ جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کی اطلاع کے لئے ذیل میں شائع کرائی جاتی ہے اگر کسی جماعت کے نزدیک ان کے حساب میں کوئی فرق ہو تو اسکی اصلاح کرلیں۔ بقایا دار جماعتوں کے عہدہ داروں کو چاہیئے کہ وہ اپنی جماعت کے بقایا داروں کو لازمی چندہ جات کی اہمیت کی طرف سے توجہ دلاتے ہوئے اپنے ذمہ کے بقایا کو جلد ادا کرنے کی طرف توجہ دلائیں۔ اور کوشش کریں کہ ان کی جماعت کے ذمہ بقایا جلد صاف ہو جائے۔

سال حال یعنی مئی ۱۹۵۲ء سے اپریل ۱۹۵۳ء تک کے بجٹوں کی تفصیل تمام جماعتوں کو بھجوائی جاچکی ہے۔ عہدہ داران کو چاہیئے کہ وہ ابھی سے اس رنگ میں جد وجہد کریں کہ ان کا بجٹ آخر مالی سال تک سو فی صدی پورا ہوجائے۔ اور ان کے ذمہ کوئی بقایا نہ رہے۔ اگر چندہ دہندگان اور عہدہ داران پورے طور سے کوشش کریں اور تعاون سے کام لیں۔ اور ماہوار باقاعدگی سے چندہ جات کی ادائیگی ہوتی رہے تو پھر بقایا جات قائم نہیں رہ سکتے۔

اس وقت سلسلہ جن نازک مراحل میں سے گذر رہا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اور ان کو یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اس موقعہ پر خدائی انعامات کو حاصل کرنے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کا اور اپنے آپکو خدا تعالیٰ کی پسندیدہ جماعت ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے فرائض کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے پہلے سے زیادہ جوش ہمت اور رغبت کے ساتھ مالی قربانیوں میں حصہ لیں تا ہم ان انعامات کے مستحق ثابت ہوں جو اس زمانہ میں قربانیاں کرنیوالی جماعت کیلئے اللہ تعالیٰ نے مقدر کر رکھے ہیں۔ (ناظر بیت المال قادیان)

نام جماعت	بجٹ ۵۲-۱۹۵۱ء: چندہ عام وحصہ آمد و بقایا	بجٹ: چندہ جلسہ سالانہ	بجٹ: چندہ تحریک ستمبر	بجٹ: میزان	وصولی: چندہ عام وحصہ آمد و بقایا	وصولی: چندہ جلسہ سالانہ	وصولی: چندہ تحریک ستمبر	وصولی: میزان	بقایا: چندہ عام وحصہ آمد و بقایا	بقایا: چندہ جلسہ سالانہ	بقایا: چندہ تحریک ستمبر	بقایا: میزان	کیفیت
موسلی بنی مائینز	۶۸۱۰-۶-۶	۴۱۲-۱۰-۰	-	۷۲۲۳-۰-۶	۱۰۹۱-۹-۰	۹۰-۱۴-۰	-	۱۱۸۲-۷-۰	۵۷۱۸-۱۳-۶	۳۲۱-۱۲-۰	-	۶۰۴۰-۹-۶	
خانپور تکی	۲۰۸۹-۲-۰	۹۸-۷-۰	۱۳۳-۱۲-۰	۲۳۲۱-۵-۰	۱۳۷-۶-۰	۱۴-۷-۰	-	۱۵۱-۱۳-۰	۱۹۵۱-۱۲-۰	۸۴-۰-۰	۱۳۳-۱۲-۰	۲۱۶۹-۸-۰	
مہو بھنڈار	۵۹۲-۱۱-۶	۴۸-۶-۶	-	۶۴۱-۲-۰	۱۵۲-۴-۰	-	-	۱۵۲-۴-۰	۴۴۰-۷-۶	۴۸-۶-۶	-	۴۸۸-۱۴-۰	
مونگھیر	۱۹۰۰-۲-۰	۱۳۷-۹-۰	۲۲۵-۷-۰	۲۲۶۳-۲-۰	۱۵۷-۱-۰	-	۱۸-۴-۰	۱۷۵-۵-۰	۱۷۴۳-۱-۰	۱۳۷-۹-۰	۲۰۷-۳-۰	۲۰۸۷-۱۳-۰	
جمشید پور	۲۹۱۴-۰-۰	۱۸۹-۱۴-۹	-	۳۱۱۳-۱۴-۹	۲۲۹۹-۶-۳	۱۲۲-۲-۶	-	۲۴۲۱-۸-۹	۶۱۷-۹-۹	۶۴-۱۲-۳	-	۶۹۲-۶-۰	
برہ پورہ	۱۶۰۳-۹-۰	۸۷-۱۲-۰	-	۱۶۹۱-۵-۰	۴۷-۰-۰	-	-	۴۷-۰-۰	۱۵۵۶-۹-۰	۸۷-۱۲-۰	-	۱۶۴۴-۵-۰	
ڈمکا آڑہ	۱۵۱-۹-۰	۱۴-۹-۰	-	۱۶۶-۲-۰	۱۰۸-۸-۰	۱۱-۹-۰	-	۱۲۰-۱-۰	۴۳-۱-۰	۳-۰-۰	-	۴۶-۱-۰	
پرکھوپٹی	۲۲۷-۰-۰	۱۳-۸-۰	۲۰۱-۸-۰	۴۴۲-۰-۰	۶۳-۸-۰	-	-	۶۳-۸-۰	۱۶۳-۸-۰	۱۳-۸-۰	۲۰۱-۸-۰	۳۷۸-۸-۰	
موتی ہاری	۲۱۱-۰-۰	۱۲-۸-۰	-	۲۲۳-۸-۰	۸۷-۰-۰	-	-	۸۷-۰-۰	۱۲۴-۰-۰	۱۲-۸-۰	-	۱۳۶-۸-۰	
حلقہ بنگال و آسام													
کلکتہ مع چاند پکور	۲۰۳۳۹-۵-۰	۱۲۳۰-۱۵-۰	۵۰۸-۱۲-۰	۲۲۰۷۹-۰-۰	۱۱۰۳۶-۷-۰	۲۸۶-۱۴-۰	۶۵-۰-۰	۱۱۳۸۸-۵-۰	۹۳۰۲-۱۴-۰	۹۴۴-۱-۰	۴۴۳-۱۲-۰	۱۰۶۹۰-۱۱-۰	
بھرت پور	۱۸۸۳-۸-۰	۵۷-۱۵-۰	-	۱۹۴۱-۷-۰	۲۹۱-۷-۰	۹-۱۴-۰	-	۳۰۱-۵-۰	۱۵۹۲-۱-۰	۴۸-۱-۰	-	۱۶۴۰-۲-۰	
گنیرادا ہا	۲۱۷-۱۱-۰	۶-۹-۰	-	۲۲۴-۴-۰	-	-	-	-	۲۱۷-۱۱-۰	۶-۹-۰	-	۲۲۴-۴-۰	
دارجیلنگ	۱۰۵۹-۲-۰	۳۶-۶-۰	-	۱۰۹۳-۸-۰	۳۲-۰-۰	-	-	۳۲-۰-۰	۱۰۲۵-۲-۰	۳۶-۶-۰	-	۱۰۶۱-۸-۰	
دھرم نگر	۷۱-۰-۰	۵-۰-۰	-	۷۶-۰-۰	۳۰-۰-۰	۶-۰-۰	-	۳۶-۰-۰	۴۱-۰-۰	(-)۱-۰-۰	-	۴۰-۰-۰	
ڈبروگڑھ	۱۳۹-۰-۰	۹-۸-۰	-	۱۴۸-۸-۰	۱۵۰-۰-۰	۱۰-۰-۰	-	۱۶۰-۰-۰	۱۱-۰-۰	۰-۸-۰	-	۱۱-۸-۰	
حلقہ اڑیسہ													
سونگڑھ	۲۴۱۰-۱۲-۶	۱۴۰-۹-۶	-	۲۵۵۱-۶-۰	۹۹۸-۳-۳	۸۲-۱۳-۰	۳۲۰-۰-۰	۱۴۰۱-۰-۳	۱۴۱۲-۳-۰	۵۷-۱۲-۶	۳۲-۰-۰	۱۱۵۰-۵-۹	
بھدرک	۲۴۴۴-۱۵-۰	۱۱۴-۷-۰	۳۷-۸-۰	۲۵۷۵-۱۴-۰	۲۰۵-۰-۰	۱۱-۸-۰	-	۲۱۶-۸-۰	۲۲۱۹-۱۵-۰	۱۰۲-۱۵-۰	۳۷-۸-۰	۲۳۶۰-۶-۰	

امداد درویش فنڈ

کے متعلق

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے سلمہ اللہ کی تاکیدی ہدایت

تحریک درویش فنڈ میں وصول شدہ وعدوں کی رپورٹ نظارت ہذا کی طرف سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے سلمہ اللہ کی خدمت میں پیش کی گئی جس کے متعلق حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف کی طرف سے جو تاکیدی ہدایت موصول ہوئی ہے اس کا ضروری اقتباس احباب جماعت کی آگاہی اور فوری توجہ کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

"اس وقت تک چار سو روپیہ ماہوار یعنی قریباً پانچ ہزار روپے سالانہ کے وعدے ہو چکے ہیں۔ لیکن ہماری ضرورت کے مقابلہ پر یہ مقدار بہت ہی قلیل ہے۔ آپ کوشش کر کے اسے پچیس ہزار روپے تک پہنچانے کا عزم رکھیں۔ جس کے لئے مسلسل اور بار بار کی یاد دہانی اور خاص جدو جہد کی ضرورت ہوگی۔ . . . . یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہیئے۔ کہ ظاہری اسباب کے ماتحت درویشوں کے اطمینان قلب کے لئے دو باتیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

۱۔ مجرد درویشوں کی شادی۔ ۲۔ نادار درویشوں کی مالی امداد۔

اگر قادیان کی انجمن اور قادیان کے ذمہ وار کارکن ان دو باتوں کے انتظام میں کامیاب ہو جائیں تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہمارے بہت سے مصائب حل ہو جاتے ہیں"۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کے مندرجہ بالا ارشاد کے بعد مزید وعدے بھی موصول ہوئے ہیں۔ اور بعض کی طرف سے باقاعدہ ادائیگی بھی ہو رہی ہے لیکن جیسا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف نے اپنے مکتوب میں ارشاد فرمایا ہے۔ ہماری ضروریات کے مقابل پر وصول شدہ وعدوں کی مقدار اور وصولی کی رفتار بہت کم ہے۔ اور ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ احباب جماعت شعائر اللہ کی حفاظت کے مقدس فریضہ کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھتے ہوئے درویشان کی مالی امداد کے لئے حسب توفیق زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر فرض شناسی کا ثبوت دیں۔

پیشتر ازیں علاوہ اخبار میں اعلان کے جملہ جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کو اس تحریک کے متعلق انفرادی چٹھیاں بھجوائی جا چکی ہیں۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف کے سابقہ ارشاد سے بھی اطلاع دیتے ہوئے اس فنڈ میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کے لئے تاکید کی جا چکی ہے۔

امید ہے کہ احباب جماعت اس تحریک میں حسب توفیق بڑھ چڑھ کر حصہ لے کر اور قربانی کا اعلےٰ نمونہ پیش کرتے ہوئے اس فنڈ کو اس معیار تک پہنچانے کی کوشش کریں گے جس کا اظہار حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے سلمہ اللہ تعالےٰ نے اپنے مندرجہ بالا تاکیدی ارشاد میں فرمایا ہے۔ والسلام (ناظر بیت المال قادیان)

مجالس انصار اللہ جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان سے

دردمندانہ درخواست

آپ دوستوں کی خدمت میں قواعد و ضوابط معہ دیگر فارم ہائے متعلقہ مجلس انصار اللہ ارسال کئے گئے۔ ازاں بعد خطوط اور اخباروں نیز مبلغین کے ذریعہ سے بیدار کیا گیا۔ مگر افسوس ہے کہ ہنوز بہت ہی قلیل جماعتوں نے اس طرف توجہ کی۔ لہٰذا آپ کی خدمت میں التماس ہے کہ برائے نوازش ماہوار رپورٹ و دیگر کارگذاری سے فوراً مطلع فرماتے رہا کریں۔

خاکسار سید محمد شریف صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ قادیان

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ماہانہ جلسہ

محترم نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا جملہ خدام سے خطاب!

قادیان ۳۰ رجولائی ساڑھے نو بجے شب مسجد اقصےٰ میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ماہانہ جلسہ زیر صدارت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ منعقد ہوا جس میں ڈیڑھ صد سے زیادہ خدام حاضر تھے۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد جملہ خدام نے عہد دہرایا اور نظم کے بعد مولوی محمد حفیظ صاحب فاضل مہتمم تبلیغ نے خدام الاحمدیہ کے قیام کی اغراض و مقاصد پر مختصر پیرایہ میں روشنی ڈالی۔ اور چوہدری عبدالقدیر صاحب مہتمم تعلیم نے اہمیت علم کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے تمام خدام کو حصول علم کی ترغیب دلائی۔ بعدہٗ چوہدری محمود احمد صاحب عارف مہتمم مال نے خدام پر بعض مالی ذمہ داریوں کا ذکر کیا اور صحابہ کرامؓ کی بے مثال قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے تمام خدام کو ان کے پاک نمونہ پر چلنے کی تلقین کی۔

مکرم مولوی عبدالقادر صاحب فاضل مہتمم وقار عمل نے وقار عمل کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے خدام کو محنت و مشقت کی عادت ڈالنے کی طرف توجہ دلائی۔ اور اس کے دوسرے پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ بعدہٗ چوہدری بدرالدین صاحب عامل مہتمم تربیت و اصلاح و معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے اپنی مختصر تقریر میں فرمایا کہ ہمیں اپنی تربیت و اصلاح ایسے رنگ میں کرنی ہے کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ کر کے دکھا دیں۔ یوں تو اس کام کیلئے خدا کے فضل سے درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کے انتظامات بھی موجود ہیں۔ مگر ہمارا ایک معلم جو ہر وقت ہمارے ساتھ رہتا ہے۔ وہ ہمارا نفس لوّامہ ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اسکی آواز کو بھی سنا کریں۔ جو ہمیں ہر وقت ملامت کرتا ہے۔ کہ اے ساری دنیا کو اسلام سکھانے والے انسان! تو اپنا محاسبہ کر تیرا فعل تیرے قول سے کس قدر مطابقت رکھتا ہے۔

اس کے بعد صدر محترم نے تمام خدام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

"اگر ہم خدام الاحمدیہ کے اغراض و مقاصد پر غور کریں تو یہ بات واضح طور پر ہمیں نظر آتی ہے کہ خدام الاحمدیہ کے قیام کی پہلی اور آخری غرض یہی ہے کہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تعلیم کو دنیا میں رائج کیا جائے۔ اور اسلام کی اشاعت ساری دنیا میں اس رنگ میں کی جائے کہ دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہ رہ جائے جس میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا موجود نہ ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو انتظامی لحاظ سے چار حصوں میں تقسیم فرمایا ہے یعنی اطفال الاحمدیہ۔ خدام الاحمدیہ انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ۔ پندرہ سے چالیس سال تک کی عمر کے نوجوانوں کیلئے مجلس خدام الاحمدیہ کی ممبر شپ ضروری ہے۔ اور انسانی زندگی میں سب سے بہترین اور کام کرنے کا یہی حصہ ہوتا ہے کہ انسان کی امنگیں تر و تازہ ہوتی ہیں۔ اور غیرت کا مادہ بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے۔ ایسا کہ اس عمر میں ہر شخص اپنی قوم پر ذرا سا حرف آتے دیکھ کر یا کسی ذلت کو محسوس کر کے مرنے مارنے پر تل جاتا ہے۔ پس یہی وہ عمر ہے کہ اگر ہم اپنے آپکو احمدیت کے صحیح سانچے میں ڈھال لیں تو ہم اپنے آپکو زیادہ مفید بنا سکتے ہیں۔

آپ نے فرمایا ابھی ہمارے اندر بعض کمزوریاں موجود ہیں۔ اور اسلام ہم سے جس جدوجہد کا تقاضا کرتا ہے ہم ابھی پوری طرح اس پر عمل پیرا نہیں ہوئے۔ حضور ایدہ اللہ نے بارہا ہماری کمزوریوں اور سستیوں کیوجہ سے ہمیں اس قسم کی توجہ دلائی ہے کہ ہماری جماعت کے نوجوانوں میں ابھی تک وہ روح پیدا نہیں ہوئی جو فدائی جماعتوں کے اندر ہونی چاہیئے۔ ہمارے نوجوان دینی فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اور نیک کاموں میں حصہ کم لیتے ہیں۔ اب جبکہ ہماری جماعت کے بوڑھے بزرگ یعنی صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک ایک کر کے ہم سے اٹھ رہے ہیں۔ اگر ہماری جماعت کے نوجوانوں نے اپنی ذمہ داریوں کو صحیح رنگ میں ادا نہ کیا تو ہمیں خدشہ ہے کہ ہماری ترقی پیچھے پڑ جائے گی۔ پس ہمیں اپنے اندر وہ روح پیدا کرنی چاہیئے۔ جو سیدنا حضرت اقدس ایدہ اللہ ہم میں دیکھنے کے متمنی ہیں۔

صاحب صدر نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ میں نوجوانوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے اپنے نفس کی اصلاح کریں۔ فرض نمازوں کی پابندی کریں۔ نوافل بالخصوص تہجد کی عادت ڈالیں۔ آخر آپ نے اپنی تقریر کو حضرت مسیح موعود